رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۸۲۱

فَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ

الحافظ

شیعہ مدرسۃ الحفّاظ لاہور کا ماہوار علمی رسالہ

زیر حمایت: سرکار حجۃ الاسلام اعلم العلماء حائری مجتہد پنجاب مدظلہم العالی

مُدیر

ایم ایم عبداللہ

ایم۔ ایم عبداللہ پرنٹر و پبلشر نے برکت سٹیم پریس لاہور سرکلر روڈ
بیتنولا بلڈنگس میں چھاپ کر قاضی خانہ لاہور سے شائع کیا۔

نادر الوجود مجرب ادویات کی مختصر فہرست

سرمہ کرگسی چالیس روز بلا ناغہ استعمال کرنے سے دن کو ستارے نظر آتے ہیں۔ ناظرین یہ سرمہ اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ اس میں خداوند کریم نے ایسی خاصیت رکھی ہے کہ ہر قسم کے ضعف بصر کو چند ہی دنوں میں دور کرکے نظر کو نہایت تیز روشن کرتا ہے اور آنیوالی تکلیفات سے آنکھوں کو محفوظ رکھتا ہے۔ بچوں سے بوڑھوں تک یکساں مفید ہے نقصان کا تو اس سے اندیشہ ہی نہیں کیونکہ اس میں کسی قسم کی ادویات وغیرہ کی ملاوٹ نہیں۔ ہر مذہب و ملت کے روزانہ استعمال کے لئے نعمت عظمیٰ ہے۔ ہدیہ فی شیشی اتولہ عہ رفیہ درجن عـہ ر۔ شیشی خورد ۶ ماشہ ۸ ر

سرمہ سلیمانی ہم تو یہ کہتے ہی نہیں کہ یہ سرمہ جملہ امراض چشم کے لئے مفید ہے۔ کیونکہ یہ تو ممکن ہی نہیں۔ البتہ یہ کہنا بجا ہے۔ کہ یہ سرمہ بفضلہ آنکھوں کے کثیر الوقوع امراض مثلاً دھند۔ جالا۔ خارش۔ سرخی۔ پانی گرنا۔ ابتدائے نزول الماء اور ہر قسم کے ضعف بصر وغیرہ کے لئے مجرب و مفید ہے۔ زیادہ تعریف فضول۔ قیمت فی شیشی اتولہ ۱۲ ار۔ فی درجن ـعـہ ر۔ شیشی خورد ۶ ار

عطر گلاب یہ بجا ہے کہ عطر گلاب بہتی تمام عطروں کا بادشاہ ہے۔ یہ زیادہ تعریف و توصیف کا محتاج نہیں ہے۔ قیمت نمبر اول عـہ ر دوم عـا سوم عـہ ر۔

سفوف گلاب تازہ جو کہ زیادہ مقدار تازے پھول ڈال کر تیار کیا گیا ہے۔ عرق تیار کرلے اور شربتوں میں ڈالنے کے واسطے بہت مفید چیز ہے۔ ایک شیشی سے ایک بوتل عمدہ عرق تیار ہو سکتا ہے۔ قیمت فی شیشی پانچ تولہ ۳ ر فیہ درجن عـہ علاوہ محصول

طلاء سیاہ اکسیر وہ کمبخت مایوس مخلوق جنہوں نے اپنے ہی ہاتھوں سے قیمتی جوہر یعنی مادہ تولید کو ضائع کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے اعصاب کمزور ہوگئے ہوں ان کے لئے اکسیر صفت ہے۔ اس کے چند ہی دنوں کے استعمال سے ہر ایک قسم سستی۔ نامردی۔ کمزوری۔ دبلاپن وغیرہ وغیرہ تمام شکایات رفع ہو کر از سر نو پٹھے نہایت طاقتور ہو کر زندگی کا لطف اٹھانے کے قابل ہوجاتے ہیں۔ لطف یہ کہ اس سے دیگر زہریلے طلاؤں کی طرح ابلا وغیرہ ہرگز نہیں ہوتا قیمت فی تولہ رعایتی صرف عـہ ر

سفوف اکسیر سوزاک خواہ کیسا ہی نیا و پرانا سوزاک و قرحہ کیوں نہ ہو اور پیشاب جلن سے قطرہ قطرہ خارج ہوتا ہو اور خون و پیپ جاری ہو۔ انشاءاللہ اس کی چار پانچ ہی خوراکوں سے آرام ہوجاتا ہے۔ اور ہفتہ عشرہ کے استعمال سے قطعی صحت ہوجاتی ہے۔ اور پھر مرض عود نہیں کرتا اور نہ ہی باہ کو کسی قسم کا نقصان پہنچتا ہے قیمت فی شیشی عـا ر

نوٹ: سفر مالش لکھتے وقت اپنا پورا پتہ خوشخط تحریر کریں اور ڈاک فیس سے ہر ایک فرمائش کے ساتھ قیمت دوائی معہ خرچ ڈاک پیشگی آنی چاہیے۔

قیمت سالانہ عہ ۸/

الحافظ

قیمت فی پرچہ ۴/

جلد (۲) | بابت ماہ نومبر سنہ ۱۹۲۶ء مطابق جمادی الاولی سنہ ۱۳۴۴ھ | نمبر (۹)

باب الفتاوی

سوال۔ زید جس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ بقصد نکاح اس عورت کو نکاح سے پہلے دیکھ سکتا ہے یا نہیں۔ اور بصورت جواز عورت کے کن مواضع کو دیکھنا جائز ہے۔ بینوا و توجروا

الجواب۔ زید بقصد نکاح اس عورت کی صورت اور دونوں ہاتھوں کو دیکھ سکتا ہے۔ بشرطیکہ نظر شہوت سے نہ دیکھے۔ ان مواضع کے بغیر کسی اور موضع کو دیکھنا حرام اور معصیت ہے۔

سوال۔ زید نے زینب سے عقد کیا اور بعد از نکاح زینب کو دخول کئے بغیر طلاق دیدی ارشاد فرمائیں کہ وہ غیر مدخولہ مطلقہ اپنا مہر شوہر سے لینے کی حقدار ہے یا نہیں۔ بینوا و توجروا

الجواب۔ صورت مرقومہ میں مطلقہ نصف مہر کی حقدار ہے۔ کیوں کہ نصف مہر تو شرعاً شوہر پر نکاح پڑھتے ہی دین واجب الاداء ہو جاتا ہے۔ اور بعد دخول کرنے کے پورا مہر واجب الاداء ہوتا ہے۔ وہو العالم

سوال۔ نماز میں ہاتھ اٹھا کر جو دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے اہل جماعت اس کے متعلق طعن کرتے ہیں کہ شیعوں نے یہ بدعت احداث کی ہے۔ کیوں کہ قرآن اور حدیث میں اس کا کہیں حکم وارد نہیں ہے۔ اس کا کیا جواب ان کو دیا جائے۔ بینوا و توجروا

الجواب۔ قرآن میں صاف حکم قنوت کے متعلق موجود ہے۔ حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطیٰ و قوموا للہ قانتین کہ حفاظت کرو نمازوں کی اور درمیانہ نماز کی اور قیام کی حالت میں قنوت کرنیوالوں میں رہو۔ **مشکوٰۃ** کی فصل اول میں بحوالہ مسلم و بخاری مرقوم ہے۔ عن عاصم الاحول قال سئلت انس بن مالک عن القنوت فی الصلوٰۃ قال قبل الرکوع او بعدہ قال قبلہ یعنی عاصم احول سے مروی ہے۔ کہ اس نے کہا میں نے انس بن مالک سے سوال کیا۔ نماز میں قنوت رکوع سے پہلے کرنا چاہئے یا رکوع سے بعد کہا قبل از رکوع کرنا چاہئے۔ اسی کتاب کے باب الصلوٰۃ کی فصل دوم کی پہلی حدیث یہ ہے۔ عن ابن عباس قال قنت رسول اللہ صلعم شہراً متتابعاً فی الظہر والعصر والمغرب والعشاء وصلوٰۃ الصبح یعنی ابن عباس سے منقول ہے کہ حضور پیغمبر اسلام صلعم ایک مہینہ پے در پے نماز ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشاء اور نماز صبح میں قنوت پڑھتے رہے ہیں۔ وہو العالم ٭

نمقہ خادم الشریعۃ المطہرہ علی الحائری

شذرات

آقا مؤید الاسلام مدیر اخبار حبل المتین آج کل بمبئی میں مقیم ہیں اور ابھی ایک ہفتہ تک ٹھہریں گے۔ بمبئی کرانیکل کے نمائندے نے آپ سے ملاقات کے دوران میں ان تمام اخباروں کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے آپ سے اظہار ہمدردی کیا اور حکومت ہند کو بھی سراہا کہ اس نے بہت جلدی اپنے سابقہ فیصلہ کو واپس لیکر جھگڑے کو چکا دیا۔ اس سوال کو دوسرے وقت پر اٹھا رکھنا چاہیئے اور میں انشاء اللہ اس مسئلہ پر اپنے خیالات کے اظہار کا موقع بمبئی کرانیکل میں دوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کلکتہ جا کر پھر حبل المتین کو جاری فرمائیں گے۔

نجف اشرف میں قحط آب جریدۂ جام جم شیراز کو نجف اشرف سے معلوم ہوا ہے۔ کہ وہاں پر پانی کی کمی کے باعث اہالیان نجف سخت تکلیف میں ہیں اور رفاہ و آسائش عامہ کے لئے امداد و طلب کے خواستگار ہیں۔ قحط آب نے اس نواح کے باشندوں پر عرصہ حیات کو تنگ کر دیا ہے۔ اور لوگ جس مصیبت میں ہیں وہ حد تحریر و تقریر سے افزوں ہے۔

مجلس شاہی میں سر مہاراجہ محمود آباد کی نامزدگی کونسل آف سٹیٹ کے ضمنی انتخاب مسلم حلقہ اودھ و قسمت ہائے بنارس و گورکھپور کے لئے سر مہاراجہ محمود آباد بالقابہ کی نامزدگی داخل ہوئی ہے۔

التماس دعا اگر پروردگار عالم جمیع ائمہ ہدیٰ کی طفیل سے میرے افکار دور کرے اور ہر دو مقدمات میں مجھے فتح ہو تو میں مبلغ پانچ روپیہ ہدیہ "مدرسۃ الحفاظ" میں دوں گا۔ میں مومنین کو واسطہ امام مظلوم کا دیتا ہوں۔ میرے لئے جمیع مومنین بلکہ جس کی نظر سے یہ اعلان گذرے بصدق دل دعا کریں۔

قاضی زاہد حسین خریدار الحافظ ۵۴۱

عطیہ ریاست دتیا سید سجاد حسین صاحب رضوی اطلاع دیتے ہیں کہ جناب مہاراجہ صاحب بہادر ریاست دتیا نے بموقع دربار دسہرہ۔ خان بہادر حکیم آغا علی محمد صاحب آنریری مجسٹریٹ کو مبلغ ایک ہزار روپیہ کلدار اور دو سو ۲۰۰ روپیہ کا ایک خلعت دربار میں خوشنودی مزاج سے عطا فرمایا ہے۔

خبر وفات یہ خبر نہایت رنج و اندوہ سے سنی جائیگی کہ بتاریخ ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۶ء بروز سہ شنبہ جناب مولوی سید محمد حمید صاحب مدیر الشمس۔ برادر خورد مدیر جریدہ اصلاح فرزند دلبند جناب مولوی سید علی اظہر صاحب فخر الحکماء عالم جوانی میں داغ مفارقت دیکر راہی خلد بریں ہوئے۔ خداوند عالم مرحوم کے اعزا خصوصاً ان کے ضعیف العمر والد ماجد کو اس سانحہ عظمیٰ میں صبر جمیل کرامت فرمائے اور مرحوم کو غریق رحمت کرے۔ مومنین کرام سے التماس ہے کہ مرحوم کے لئے فاتحہ اور دعائے مغفرت پڑہیں۔ الحافظ کے تمام عملہ کو معزز ہمعصر مدیر اصلاح اور ان کے معظم و مکرم والد ماجد سے اس مصیبت میں دلی ہمدردی ہے ؎

خدا بخشے بہت ہی خوبیاں تھیں مرنیوالے میں

(مدیر)

ایضاً خبر غم

نہایت افسوس ہے کہ انہیں ایام میں جناب سید ابوالحسن صاحب نائب رجسٹرار مدیا ہوں کی ہمشیرہ معظمہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ بی بی صاحبہ نہایت ہی مومنہ۔ زاہدہ اور عابدہ تھیں اس لئے امید ہے کہ ناظرین الحافظ یہ دردناک خبر دیکھتے ہی بی بی صاحبہ مرحومہ کے لئے دعاء مغفرت فرما دیجئے

نیز جناب میر صاحب خود بھی کچھ علیل ہیں ان کے لئے بھی دعائے صحت فرما دیں کہ خدائے تعالیٰ ان کو بھی شفائے کامل اور صحت عاجل عنایت فرمائے۔

ضلع متھرا میں پنجاب شیعہ مشن لاہور کا تبلیغی دورہ

بنا بر درخواست جناب چودہری سید نظیر الحسن صاحب رئیس مہابن و قاضی سید جواد حسین صاحب نقوی سیکرٹری انجمن انیس المومنین مہابن ضلع متھرا مورخہ ۳ نومبر ۱۹۲۶ء کو حضور حجۃ الاسلام صدر المفسرین سرکار علامہ حائری صاحب قبلہ مجتہد العصر والزمان دامت برکاتہم بمبئی میل سے شب کو روانہ ہوکر صبح ۱۱ بجے بروز پنجشنبہ وارد متھرا ہوئے۔ سٹیشن پر معززین کا بہت بڑا مجمع استقبال کی غرض سے موجود تھا۔ قبلہ و کعبہ کو بعد از مصافحہ و دست بوسی کے نعرہ ہائے صلوات کے ساتھ شہر مہابن میں پہنچایا گیا۔ اور ۵-۶-۷ نومبر کو متواتر روزانہ مجالس وعظ منعقد ہوئیں۔ سرکار قبلہ و کعبہ علامہ حائری نے وہ یادگار مواعظ کئے کہ فی الحقیقت مردہ قلوب بھی زندہ ہوگئے اور دلی جذبات میں از سر نو روح پھونکدی۔ میں بیان نہیں کرسکتا کہ وہ معجز نما کیا بیان تھا۔ جس کے گہرے اثرات ہمیشہ تک دلوں میں تازہ رہیں گے۔ اللہ اللہ وہ مواعظ تھے یا بحر مواج جس کے دریائے حقائق و دقائق سے ہر اہل و نااہل کے دامن مراد مالامال کردئیے گئے۔ سچ یہ ہے کہ خدا کی قدرت نظر آرہی تھی۔ سو جان سے ہر شخص تصدق ہو رہا تھا۔ کہ حیات عالم کو برقرار رکھنے کے لئے اس فیاض جہاں برگزیدہ وجود کو خدائے قیوم قائم اور دائم رکھے اور ہماری باقی عمریں بھی خدا آپ کو بخش دے۔ کیونکہ جن نکات عجیبہ و غریبہ سے آج تک ہمارے کان نا آشنا تھے وہ حضور قبلہ ہی کی زبان فیض ترجمان سے سنے گئے۔ استدلال تماماً قرآن کریم کی آیات پر مبنی تھا گویا یفسر بعضہ بعضاً کا پورا مصداق تھا۔ تمام سنی و شیعہ نے اس امر کا اعتراف کیا کہ حضور قبلہ و کعبہ کا ہر جملہ علم دین کا مستقل باب تھا۔ اور ہر کلمہ فصاحت کی جان ہر فقرہ بلاغت کی کان تھی۔ بلا مبالغہ آپ کی تقاریر کا ہر نکتہ تصفیۂ ایمان کا ایک نقطہ تھا۔

سچ تو یہ ہے کہ آج موجودہ زمانہ میں ایسی ہی تبلیغی تقاریر کی اشد ضرورت ہے جن سے کہ سرکار علامہ حائری نے تمام اوہام باطلہ عاطلہ و موضوعات فاسدہ کاسدہ کی رگ حیات کاٹ دی کہ اب قیامت تک ہنگامہ آرائی کی جرأت ان میں پیدا نہ ہوسکیگی۔ مجمع ماشاء اللہ ہزاروں کی تعداد میں تھا جس میں ہر مذہب و ملت کے لوگ کمال ذوق اور بے حد شوق کے ساتھ تینوں مجلسوں میں شریک ہوتے رہے۔ سادات و مومنین ریاست بھرتپور دبیانہ۔ بے پور۔ جودھپور۔ سید پورہ۔ بھرسر۔ ندئی متھرا درگہو گدھ۔ اعظم گدھ۔ آگرہ اطراف و جوانب سے بغرض استفادہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ رامپور سے جناب مولوی محمد زکی صاحب قزلباش وکیل تشریف لائے تھے آپنے بھی یادگار دو مجلسیں پڑہیں۔

۵ نومبر بروز جمعہ جناب قبلہ و کعبہ دام ظلہ کی اقتداء میں نماز جمعہ مہابن میں جملہ سادات و مومنین نے ادا کی اور ۸ نومبر کو بخیر و عافیت جناب سرکار علامہ حائری قبلہ مراجعت فرمائے لاہور ہوئے۔ (زندہ باد علامہ حائری)

جناب چودھری سید نظیر الحسن صاحب اور جناب چودھری سید شریف الحسن صاحب رئیس جہابن۔ اور تمام اراکین انجمن انیس المومنین خاص کر جناب قاضی سید سجاد حسین صاحب نقوی سیکرٹری انجمن مذکور کی مساعی جمیلہ قابل تشکر اور امتنان ہیں جن کی سعی وجہد اور مساعی جمیلہ سے یہ فیضان دولت علم و عمل ہم سادات و مومنین کو نصیب ہوا۔ خدائے قادر و قیوم تا دیرگاہ ان کو سلامت باکرامت رکھے اور اس کارکن انجمن کو مزید توفیق عطا فرمائے تاکہ یہ جلسہ سالانہ ہمیشہ ہوتا رہے آمین ثم آمین
(نامہ نگار از جہابن ضلع متھرا)

شیعہ کانفرنس کا اجلاس خاص

حجاز کے متعلق اہم تجاویز

آل انڈیا شیعہ کانفرنس امروہہ کے اجلاس خصوصی میں نواب عماد الملک نواب سید شہنشاہ حسین وکیل سید وصی حسین وکیل اور حکیم مولوی سید حمزہ علی کی وفات پر اظہار افسوس اور ان کے اعزا سے اظہار ہمدردی اور اعزازی معتمد و نائب معتمد کے خلاف عدم اعتماد کے ریزولیوشنوں کے علاوہ مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس ہوئے:۔

ریزولیوشن نمبر ا آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا یہ اجلاس مآثر متبرکہ و مشاہد مقدسہ جنۃ البقیع مدینہ منورہ و مکہ معظمہ کی بے حرمتی طائف کے بیگناہ مسلمانوں کے قتل۔ عورتوں کی بے عزتی و ایذا رسانی۔ تفاسیر قرآن مجید و کتب فقہ کے جلانے۔ حجاج کی مذہبی آزادی پر ابن سعود کے قیود و پابندی کو حد درجہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور ان واقعات پر دلی رنج و ملال کا اظہار کرتا ہے۔ اور اس کے افعال سے بیزاری کرتے ہوئے اس کا اعلان کرتا ہے کہ حکومت ابن سعود اور اس کے ہمخیال اور امثال سے حجاز کی تطہیر لازم و واجب ہے۔

ریزولیوشن نمبر ۲ آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا یہ اجلاس اس مؤتمر حجاز پر جو ابن سعود نے اپنے زیر نگرانی منعقد کی تھی اور جس میں ابن سعود نے بیشتر اپنے ہم خیالوں کو جمع کیا تھا۔ اور جس مؤتمر کا انعقاد ہر سال ہونا تجویز کیا گیا ہے۔ بے اعتمادی ظاہر کرتا ہے اور اس کو مسلمانان عالم کی نمائندہ جماعت تسلیم نہیں کرتا

ریزولیوشن نمبر ۳ آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا یہ اجلاس اہل حجاز کے مصائب و تکالیف سے جو اس وقت نجدیوں کے تسلط کے دوران میں ان پر نازل ہوئے ہیں۔ دلی ہمدردی رکھتا ہے۔ اور ان کو ہر ممکن مدد پہنچانے کے لئے آمادہ و مستعد ہے۔ مگر نجدیوں کے اقتدار اور ان کی جابرانہ حکومت کو ختم کرنے کے لئے تمام مسلمانان عالم و بالخصوص شیعیان ہند کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ اس وقت تک کہ حجاز ابن سعود اور اس کے ہم خیال و امثال کی جابرانہ حکومت سے پاک نہ ہو جائے اور آثار متبرکہ اپنی اصلی حالت پر نہ آجائیں کسی قسم کی کوئی مالی امداد مجوزہ اصلاحات کے سلسلہ میں نہ دیں۔

ریزولیوشن نمبر ۴ آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا یہ اجلاس نظر بمصالح شرعیہ اپنے عقیدہ مذہبی کا بمتابعت وصیت نبوی اخرجوا الیہود و النصاریٰ من جزیرۃ العرب کا اعلان کرتا ہے کہ وہ کسی

غیر مسلم کے اقتدار کو یا مداخلت کو ارض حجاز میں کسی حالت میں ہرگز گوارا نہیں کر سکتی۔ اور حجاز میں ایسی اسلامی حکومت چاہتا ہے جو آثار متبرکہ کا احترام کرے اور ارض حجاز میں ہر فرقہ اسلام کی مذہبی آزادی کا اسی طرح کا ضامن ہو جس طرح کہ حکومت ترکی تھی۔

ریزولیوشن نمبر ۵ آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا یہ اجلاس خصوصی ابن سعود کی ان جابرانہ کارروائیوں پر جو اس نے بالعموم شیعوں کے خلاف اختیار کی ہیں اور بالخصوص قطیف کے متعلق جو نئے شدید آئینِ احکام ضبطی اوقاف و مساجد تقرر و ہابی امام جماعت وسلب آزادی مذہبی کے سلسلہ میں اختیار کئے ہیں اور شیعوں کو جبریہ ادا کرنے پر مجبور کر لیا ہے۔ دلی نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ اور ممالک اسلامیہ سے استدعا کرتا ہے کہ وہ شیعیان حجاز و نجد کی نجات و تحفظ کے لئے ضروری اقدامات جلد سے جلد عمل میں لا دیں۔

ریزولیوشن نمبر ۶ آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا یہ اجلاس خصوصی حکومت ایران کے جذبہ مذہبی کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے رئیس الوزراء کے اس اعلان پر جو انہوں نے ایک مؤتمر اسلامیہ کو طہران میں طلب کرنے کے لئے شائع فرمایا تھا لبیک کہتا ہے۔

ریزولیوشن نمبر ۷ آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا یہ اجلاس خصوصی تجویز کرتا ہے۔ کہ جب تک کہ ہمارے مطالبات پورے نہ ہوں اور امن وامان مطلوب حاصل نہ ہو حج کے ملتوی کرنے پر پرزور سفارش کرتا ہے اور مجتہدین عظام کے فتاوی کی بنا پر حج کو ملتوی کرنے کی پرزور اپیل کرتا ہے۔

ریزولیوشن نمبر ۸ آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا یہ اجلاس خصوصی حجاز کانفرنس کی تجویز روانگی وفود کو بہ نظر استحسان دیکھتا ہے اور روانگی وفود کی تجویز کو عملی جامہ پہنانے میں امداد دینے کی غرض سے اپنے نمائندگان کی خدمات پیش کرتا ہے اور ان کے مصارف برداشت کرنے کے لئے تیار ہے۔ یہ نمائندے مرکزی کمیٹی کانفرنس ہی کرے گی۔

شیعہ کالج کانفرنس امروہہ کی اہم قراردادیں

شیعہ کالج لکھنؤ سے منتقل کر دیا جائے

شیعہ کالج کانفرنس کے دوسرے اجلاس میں یہ قرار پایا کہ جو تبدیلیاں ٹرسٹیوں نے کالج کے نظام عمل میں کی ہیں کالج کے مفاد کے لئے سخت مضرت رساں ہیں اور ان کی وجہ سے شیعوں کی حق تلفی ہوتی ہے۔ مجلس علماء کو یہ حق دینا کہ وہ ٹرسٹیوں پر مطلق العنان متصرف ہوں اور جس کسی کو جس وقت چاہیں ہٹا دیں۔ اور اس کی جگہ دوسرا شخص منتخب کرلیں قرین مصلحت نہیں دوسرے دن کی میٹنگ میں یہ قرار پایا کہ شیعہ کالج جن خامیوں کو رفع کرنے کی غرض سے بنایا گیا ان میں سے ایک کا بھی علاج نہیں ہو سکا اس لئے بہتر ہو کہ کالج کو لکھنؤ سے کسی اور مقام پر منتقل کر دیا جائے ماہرین تعلیم کی ایک کمیٹی بنائی گئی تاکہ وہ کالج کے نظام کی تحقیقات کریں اور اس میں تبدیلیاں کرنے کی تجاویز پیش کریں۔

منلاٹرسٹی کو صحیح معنوں میں نمائندہ کہا جاسکے اور کالج کے کاروبار کو درست طریقے پر چلایا جائے - ایک کمیٹی اس غرض کے لئے بنائی گئی کہ وہ ٹیکنیکل سکول کھولنے کی اہمیت اور ضرورت ہو تو موجودہ دستور العمل کی ضروری ترمیم کے متعلق رپورٹ پیش کرے اور یہ بھی تجویز کرے کہ کالج کا کہاں منتقل کیا جانا مفید کالج کے لئے مناسب ہے - نیز یہ بھی طے پایا کہ یہ کمیٹی ایک ماہ کے اندر اپنی رپورٹ پیش کرے جو سالانہ اجلاس آل انڈیا شیعہ کانفرنس پٹنہ میں برائے غور و خوض قوم کے رُوبرو رکھی جائیگی اور ایک ڈیپوٹیشن ہز ایکسیلنسی اور وزیر تعلیم کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ قرار دادیں پیش کرے جو اس جلسہ سے پاس ہوئی ہیں اور ان سے استدعا کرے کہ حسب دفعہ ۳۰ دستور العمل وہ جدید ترمیمات کو نامنظور فرمائیں - ایک قرار داد میں آقا موئدالاسلام سے اظہار ہمدردی کیا گیا - کانفرنس کا اجلاس ختم ہوگیا اور نہایت کامیاب رہا - اہالیان امروہہ کی سرگرمیاں قابل داد و تحسین ہیں -

شیعہ کالج آپ ہم سے بہتر جانتے ہیں اور آج ہم اس مقام پر جمع ہوئے ہیں کہ اکثر افراد دعویٰ اس بات کا کرسکتے ہیں - کہ وہ بانی اور مددگار تحریک شیعہ کالج کے تھے - ایک معتدبہ رقم اس قصبہ امروہہ سے شیعہ کالج کی بنیاد کے لئے رؤسا نے اپنی فیاضی سے مرحمت فرمائی تھی جس کے باعث بڑی اعانت اس چندہ کی تحریک میں ہوئی - لہٰذا نہ امروہہ سے کوئی بہتر ہو سکتا ہے اور نہ آپ صاحبوں سے کوئی بہتر حق رکھ سکتا ہے - جو آج اس مسئلہ پر بعد غور و فکر کر کے ایسی تدبیر عمل میں لائے جس سے کوئی نتیجہ ایسا نکلے جس سے اصلاح ہو - لہٰذا یہ مسئلہ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے - جس پر تفصیلی بحث سبجکٹ کمیٹی میں پہلے کی جائیگی اور بعد فیصلہ نتیجہ کی شکل میں مختلف تحریکوں کی صورت میں آپ کے سامنے پیش ہونگے -

اس وقت اتنا عرض کر دینا نہایت ہی ضروری ہے کہ کیا مسائل ہیں جن پر ہمیں کالج کے معاملہ میں غور کرنا چاہئے میں جو کچھ سمجھتا ہوں اس کو آپ کے سامنے اس وقت مجملاً عرض کرتا ہوں بالتفصیل ۱۴ اکتوبر ۱۹۲۶ء کو عرض کروں گا - تمہیداً عرض کر دینا بہت ضروری ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے اور کن باتوں کو غور کرنا چاہیئے -

(۱) کیا ضرورت شیعہ کالج کے قائم کرنے کی تھی - (۲) جن ضرورتوں سے وہ قائم کیا گیا وہ ضرورتیں پوری ہوئیں یا نہیں - (۳) جو امیدیں ہم نے اس سے وابستہ کی تھیں ان میں کس حد تک کامیابی ہوئی اگر کامیابی ہوئی پھر مخالفت کیوں ہے - (۴) انتظام کالج تشفی بخش ہے یا نہیں - کیا اعتراض اس پر ہے - (۵) کیا اصلاح انتظام کے متعلق ممکن ہے - اور کیا ترقی اس کے ذریعہ سے ہوسکتی ہے - (۶) شیعہ کالج کانفرنس کا شعبہ ہے یا نہیں (۷) کانفرنس کا شعبہ رہکر شیعہ کالج کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے (۸) سرمایہ ہم نے کافی جمع کیا یا نہیں (۹) اس کے مصارف صحیح ہوئے یا نہیں - (۱۰) موجودہ سرمایہ میں کیا ترقی ممکن ہے - لکھنؤ میں رہ کر کالج ترقی کرسکتا ہے یا نہیں (۱۳) ۱۱ و ۱۲ کی کیونکر اصلاح ہوسکتی ہے - (۱۴) موجودہ مجلس انتظامیہ اراکین کالج اپنے فرض کو انجام دیتے ہیں یا نہیں - (۱۵) جو ترمیمات شیعہ کالج کے نظام اساسی میں کی گئی ہیں کہاں تک آئینی اور قرین مصلحت ہے - (اقتباس از تقریر صدر)

یہ سب مسائل غور طلب ہیں اور ان کل مسائل پر بالتفصیل گفتگو بعد طے ہونے مسئلہ سبجکٹ کمیٹی کیجائیگی - فقط

الحافظ (۱) جدید دستور العمل شیعہ کالج جس میں بعض ترمیمات علانیہ مضرت قومی کا باعث ہیں قابل غور و خوض ہیں - (۲) اسٹاف شیعہ کالج جس سے ارباب حل و عقد کو کافی دلچسپی لینے کی ضرورت ہے - کہ شیعہ کالج ایک

مذہبی کالج کی حیثیت میں رہے (۳) انتقام کالج یہ ایک نہایت اہم اور دشوار مسئلہ ہے۔ کہ جس پر کما حقہ غور نہ کرنے کا نتیجہ آج ہمارے پیش نظر ہو رہا ہے کہ ہم شیعہ کالج کو شیعہ کالج نہیں کہ سکتے۔ اس بحث میں سب سے پہلے ہم یہ دیکھیں گے کہ لکھنؤ میں کالج کے قائم رہنے سے نفس کالج کو کس قدر فائدہ اور نقصان کی صورتیں ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ لکھنؤ بوجہ بعض اپنی خصوصیات کے جیسا کہ وہاں حضرات علمائے کرام اور تعلقدار صاحبان اور رؤسائے عظام کا وجود بوجہ شیعہ کالج کے لئے ایک معتد بہ منفعت و اعانت کا مرکز ہے لیکن تعلیمی نقطہ نظر سے شیعہ کالج کا ایسے مقام پر قائم رکھنا کہاں تک صحیح ہے۔ کہ جہاں متعدد اور پرانے کالج موجود ہیں اور لکھنؤ یونیورسٹی کا وجود شیعہ کالج کی امتیازی شان کا مٹانے والا پیدا ہو گیا ہے۔ ایسی صورت میں تعلیمی مذاق و معلومات رکھنے والے اصحاب اندازہ فرمائیں گے کہ وہ کالج کو لکھنؤ میں قائم رکھکر کہاں تک اپنے مقاصد میں کامیابی کی امید کر سکتے ہیں ٭ (مدیر)

عروج اسلام

(اقتباس از تقریر صدر المفسرین سرکار علامہ حائری صاحب قبلہ و کعبہ مجتہد العصر دامت برکاتہ)

یہ قابل غور بات ہے کہ اسلام کی کامیابیوں میں ہمیشہ اخلاق ہی بڑا کام کرتا رہا ہے۔ خود ملک عرب کا بیس سال کے عرصہ میں اس طرح پیغمبر اسلام علیہ و آلہ السلام کا شیدا ہو جانا۔ کہ اس کی ایک آواز پر سینکڑوں بلکہ ہزاروں سالوں کی بدیوں کو ترک کر دیا۔ اور عادات کے اندر داخل ہوئی رسوم کو خیرباد کہہ دیا اور اپنے مذہب کو خس و خاشاک کی طرح پھینک دیا۔ درحقیقت یہ سب پیغمبر اسلام علیہ و آلہ السلام کے اخلاقی معجزات کا نتیجہ تھا مخالف تو کہتے ہیں کہ حضور ختمی نبوت صلعم نے بزور شمشیر عربوں کو مسلمان بنایا مگر کیا جن لوگوں کو جبر سے ایک بات منوائی جائے ان کے اندر اس کی حقانیت کے لئے ایسی شرح صدر پیدا ہو سکتی ہے۔ کہ یہ لوگ اسلام پر فریفتہ ہو کر دیوانوں کی طرح دنیا کے ہر گوشہ میں اس لئے پھیل گئے کہ جس پاک سرچشمہ سے ان کو زندگی ملی ہے۔ اس کا پتہ دوسروں کو بھی دیں اور ہر قسم کی صعوبتیں برداشت کریں مگر دنیا کا کوئی کونہ خالی نہ چھوڑیں۔ کیا اسلام کی تبلیغ کی یہ تڑپ اور ولولہ ان لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو سکتا تھا۔ جو خود اسلام کو ناپسند کرتے ہوں اور محض تلوار کے ڈر سے کہدیا ہو کہ اچھا ہم بھی خدا کو ایک اور محمد صلعم کو اس کا رسولؐ مانتے ہیں۔

صلح حدیبیہ کا واقعہ اکیلا ہی اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ بجبر مسلمان ہونا تو کیا بلکہ باوجود مخالفین کے جبر کے لوگ مسلمان ہوتے جاتے تھے۔ صلح حدیبیہ میں یہ شرط پیغمبر اسلام علیہ و آلہ السلام نے قبول کر لی تھی۔ کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص کفار کے ساتھ جا ملے تو کفار اس کو واپس کرنے کے پابند نہیں ہونگے۔ لیکن اگر کفار میں سے کوئی شخص مسلمانوں کے ساتھ آ ملے تو مسلمان پابند ہوں گے کہ اسے کفار کی طرف لوٹا دیں۔ اس شرط کو بعض صحابہ نے ناپسند بھی کیا تھا۔ اور کہا تھا کہ یہ ہمارے لئے ذلت کی شرط ہے مگر وہ شخص جس کے قلب میں خدا کی وحی کا نور تھا۔ اس نے اس شرط کو قبول کر لیا اور آج ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ اس شرط کی قبولیت کس طرح اسلام سے اعتراض جبر کو دور کرتی ہے۔ جب مسلمانوں کو یہ اجازت دی گئی کہ ان میں سے جو کوئی چاہے۔ کفار سے جا ملے۔

تو وہ لوگ جو بجبر مسلمان ہوئے تھے ان کے لئے یہ کیسا اچھا موقع تھا۔ کہ وہ مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ کر مکہ میں چلے جاتے اور اس طرح پر مسلمانوں کی جمعیت کمزور اور کفار کی جمعیت طاقتور ہو جاتی۔ لیکن کیا ساری تاریخ میں ایسی ایک بھی مثال ملتی ہے کہ اسقدر اختیار دینے کے باوجود ایک مسلمان بھی ایسا ہو جو پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام کا ساتھ چھوڑ کر مکہ میں کفار کے پاس چلا گیا ہو۔ اگر ڈیڑھ سال کے عرصہ میں ایک مسلمان بھی ایسا نہیں ملتا تو یہ ایک قطعی اور یقینی ثبوت اس امر کا ہے کہ بجبر کوئی مسلمان نہ ہوا تھا اور یہ الزام جو اسلام کو دیا جاتا ہے محض تعصب کی وجہ سے ہے۔

دوسری طرف جو شرط مسلمانوں نے قبول کر لی تھی کہ اگر کفار میں سے کوئی شخص مسلمانوں کے ساتھ آ ملے تو مسلمان مجبور ہوں گے کہ وہ اسے کفار کی طرف لوٹا دیں۔ اس نے بھی اخلاق اور استقلال اسلامی کا ایک بے نظیر نقشہ دنیا میں دکھایا ہے۔ صلح کے تھوڑے ہی دن بعد لوگ کفار میں سے مسلمانوں کی طرف آنے لگے تاکہ مدینہ میں پہنچ کر امن کی حالت میں اعلان اسلام کریں۔ مگر ختمی رسالت فداہ روحی نے وفاء عہد کا اس موقعہ پر وہ بے نظیر نمونہ دکھایا ہے جس کی نظیر ساری دنیا میں تلاش کرو تو نہیں ملے گی۔ آپ کا دل کس قدر دردمند تھا کہ لوگ اسلام کے اندر داخل ہوں اور کس طرح پر تحمل مصائب فرما کر آپ ایک ایک شخص کو پیغام اسلام پہنچاتے تھے۔ لیکن اب آپ کے پاس لوگ آتے ہیں کہ ہمیں اسلام میں داخل کرو تو آپ انہیں جواب دیتے ہیں کہ نہیں میں عہد کر چکا ہوں۔ میں تمہیں اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔

یہ تو آپ کے وفاء عہد کے خلق عظیم کا نمونہ ہے مگر اس کے ساتھ ہی اسلام کی طاقت کو بھی دیکھو جس دل میں ایک دفعہ گھر کر لیا پھر اس نے موت کو تو آسان سمجھ لیا مگر اسلام کو نہیں چھوڑا۔ یہ لوگ بجائے اس کے کہ اسے بدسلوکی سمجھ کر اپنی قوم کے ساتھ ہو لیتے۔ اس قدر اسلام کے عاشق ہو چکے ہیں کہ وہ کہتے ہیں۔ اچھا اگر پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام اپنے معاہدہ کا پابند ہے تو ہم نے تو خدا کے لئے دین اسلام کو قبول کیا ہے۔ ہم مدینہ کو چھوڑتے ہیں مگر ہم اب کفر کی طرف واپس نہیں لوٹ سکتے۔ وہ ایک ایک دو دو کر کے ایک خاص علاقہ میں جو مسلمانوں کی حکومت سے بھی باہر ہے۔ اور کفار مکہ کی حکومت بھی وہاں نہیں ایک بستی بنا لیتے ہیں۔ اور آہستہ آہستہ یہ ایک بھاری بستی بن جاتی ہے۔

مقام غور ہے کہ کس قدر قوت اسلام کے اندر تھی اور لوگوں کے دل کس طرح اس کے قابو میں تھے۔ کہ دنیا کی ہر ایک روک ان کی آنکھوں کے سامنے ہیچ تھی۔

ہاں اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ حضور رسالتمآب روحی فداہ کے اخلاقی معجزات نے ہی عرب کو آپکے سامنے جھکا دیا۔ جنگوں میں ہزاروں کی تعداد میں آپ قیدی پکڑتے اور اکثر اوقات بغیر ایک حبہ معاوضہ لینے کے ان کو چھوڑ دیتے۔ پھر ایسے اخلاقی معجزات کو دیکھ کر کیوں وہ لوگ گرویدہ اسلام نہ ہوتے۔

فتح مکہ میں جو نمونہ عفو کا آپ نے دکھایا اس نے سارے اہل مکہ کو جو آپ کے سخت ترین دشمن رہ چکے تھے اس آیت قرآنی کا مصداق بنا دیا ولا تستوی الحسنة ولا السیئة ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک وبینه عداوة کانه ولی حمیم پ ۲۴ ع ۱۹ وہ لوگ جو خوب جانتے تھے کہ کس طرح پر ہم نے مسلمانوں کو دکھ دیئے اور قتل کیا۔ پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام کی جان لینے کے ہر قسم کے منصوبے کئے ان کی جمعیت کو برباد کرنا چاہا۔ اب جبکہ آنحضرت صلعم کو ہم پر غلبہ حاصل ہوتا ہے اسے بھی ہمارے ساتھ جائز

طور پر اسی قسم کا سلوک کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ مگر جب انہوں نے اخلاق نبوت کا وہ عظیم الشان معجزہ دیکھا کہ آپ نے فرمایا لا تثریب علیکم الیوم آج کے دن تم کو ہم ملامت بھی نہیں کرتے تو وہ جوق در جوق اسلام کے اندر داخل ہو گئے۔ اور لوگوں نے یدخلون فی دین اللہ افواجا کا نظارہ دیکھ لیا۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد۔

قرآن مجید اسلام کے اس عروج اور غلبہ علی الادیان کا سبب و ذریعہ وہ مقدس کتاب ہے۔ جس کی سب سے بڑی خصوصیت (جس میں دنیا کی کوئی کتاب اس کا مثل ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتی) وہ حیرت انگیز روحانی انقلاب ہے جو اس کے ذریعہ دنیا میں نمودار ہوا اور اسی کی طرف اس کے ان پاک الفاظ میں اشارہ ہے۔ جن سے یہ کتاب شروع ہوتی ہے۔ ذٰلک الکتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین یعنی یہی وہ کتاب ہے۔ کہ اس میں شک نہیں کہ ایک عظیم الشان اور کامل ہدایت متقیوں کے لئے ہے۔ یہ بات کہ جو انقلاب اس کتاب نے پیدا کیا۔ اس کی کوئی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی سب کو مسلم ہے۔ کیونکہ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا وغیرہ وغیرہ میں صاف اعتراف کیا گیا ہے کہ پیغمبر اسلام علیہ و آلہ السلام تمام نبیوں اور مذہبی مصلحوں سے زیادہ کامیاب ہوئے اور اس کامیابی کا ذریعہ بھی مقدس کتاب (قرآن مجید) ہے۔ بلاشبہ اسی مقدس کتاب نے ہر قسم کی خطرناک بدیوں کو جو ہزاروں برس سے جڑ پکڑے ہوئے تھیں۔ ایسا مٹا دیا کہ جزیرہ نمائے عرب میں ان کا کوئی نشان تک باقی نہیں چھوڑا۔ خطرناک جنگجو قوموں کو جنکی عداوتیں صدیوں سے چلی آتی تھیں ایک متحد قوم بنا دیا جاہل اور اللہ کفرا ونفاقا سے موصوف جماعتوں کو دونوں میں اعلیٰ علوم اور تہذیب کے علمبردار بنا کر ان کو دنیا کا پیشرو بنا دیا۔

مزید براں اگر تدبر اور غائر نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ اس مقدس کتاب کا ایک ایک حرف اور لفظ خدا کی عظمت و شوکت کا ایک ایسا موثر نقشہ کھینچتا ہے جس کی نظیر ہمکو کسی دوسری مقدس کتاب میں نظر نہیں آتی۔ اور اس طرح یہ قرآن اپنی صداقت اور حقانیت پر مہر کرتا ہوا عام طور پر یہ تحدی کرتا ہے کہ فاتوا بسورۃ من مثلہ یعنی اس جیسی تم ایک ہی سورت پیش کر دو۔ مگر آج تک ساری دنیا سے اس کا کوئی جواب نہ ہو سکا۔ ولا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۔

اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اس مقدس کتاب کے نازل ہونے سے پہلے نہ صرف قوم عرب بلکہ ساری نسل انسان قعر ذلت میں غرق ہو چکی تھی۔ اور جہالت و تاریکی کے بادل اخلاق اور روحانیت کے آسمان پر ایسے چھائے ہوئے تھے کہ روشنی کی شعاع تک نظر نہ آتی تھی۔ خدا کے قانون بڑی دلیری سے توڑے جاتے تھے۔ اور الٰہی حد بندیوں سے بڑی بے باکی کے ساتھ تجاوز کیا جاتا تھا۔ فسق و فجور کی حکومت تمام روئے زمین پر حاوی ہو چکی تھی اور ان باتوں میں ملک عرب سب سے زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ وہ نہ صرف ہر ایک قسم کے فاحش امور کے ہی مرتکب ہوتے بلکہ ان قبایح و شنایع کے ارتکاب پر وہ اپنی مجلسوں اور اپنے اشعار میں فخر کرتے اور خود کو دوسروں سے ممتاز بلکہ مایہ ناز سمجھتے۔

اس زمانہ میں قوم عرب کی شعر گوئی منتہائے کمال تک پہنچ چکی تھی۔ اس کے بڑے بڑے مجمعوں اور محفلوں کو

مشاعرہ کی مجالس زیب و زینت دیتی تھیں۔ مگر اس مشاعرہ کے نازک سے نازک خیالات میں بھی نہایت گندے اور فحش افعال کے ارتکاب کا ذکر فخر کے طور پر بیان کیا جاتا تھا۔

اب ایک طرف اس قوم کی حالت زار پر غور کرو اور دوسری طرف اس حالت کو بھی دیکھو کہ چوتھائی صدی سے بھی کمتر عرصہ میں یہ ساری جماعت ایک خداترس۔ راست باز انسانوں کی جماعت بن کر دنیا کی اصلاح کے لئے کھڑی ہو جاتی ہے۔ اللہ اللہ کس قدر انقلاب عظیم ہے کہ وہ جو دنیا کی قوموں میں سب سے بڑھکر علم سے دور اور جہالت میں مخمور تھے۔ وہی دنیا میں علم کے مشعل بردار بن گئے اور دوسروں میں بھی انہوں نے وہی روح پھونک دی جو خود ان کے اندر کام کر رہی تھی۔ یہ انقلاب عظیم اس مقدس کتاب کریم کے ذریعہ سے بہت ہی تھوڑے عرصہ میں ظہور پذیر ہوا۔ تاریخ دنیا میں اس قسم کی اصلاح کی اور کوئی مثال نظر نہیں آتی۔ فتدبر جدًا ۔ (باقی دارد)

اِتَّقُوا مِن فِرَاسَةِ المُؤمِن

ناظرین الحافظ کو یاد ہوگا کہ ہم نے گذشتہ نمبر ۸۔ الحافظ میں بذیل عنوانِ شذرات بعض مشرقی تعلیم یافتہ طبقہ کے ناروا اور گستاخانہ رویہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنی بدقسمتی کا مختصر رونا رویا تھا۔ کہ مذکورہ جماعت کا ایک نمائندہ صوبہ پنجاب کے دارالسلطنت لاہور میں بھی آپہنچا ہے جس نے اپنی عیاریوں۔ مکاریوں اور بدکاریوں سے یہاں بھی حق پوشی۔ حرام نوشی اور ایمان فروشی کی تجارت کھول رکھی ہے۔ نائبان امام۔ مجتہدین عظام اور سادات کرام کو گالیاں دینا اور دوسروں سے توہین کرانا اس کی ناحق کوشی کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ فَاَعَاذَنَا اللّٰہ وَالمومنین جمیعًا من النفسِ الاَمّارَۃِ بالسُّوءِ وَالضَّلالَۃِ بعد الھدیٰ۔

اس حق پوش حرام نوش اور ایمان فروش بزرگ کے بعض کارناموں پر روشنی ڈالتے ہوئے میں نے یہ بھی لکھدیا تھا کہ (قبل از وقت نام نہ لوں گا) مگر خدا کی قسم فراست مومن کا کیا کہنا۔ اس صفحہانے والے شتر بے مہار کو تو سبھی پہچان گئے اور دفتر میں کثرت سے ایسے خطوط وصول ہو رہے ہیں جن میں اس کی اصل و نسل کا پورا پتہ اس کے واقف کاروں نے ہکو بتا دیا ہے۔ اور بعض نے تو اس کے ایسے کارناموں کا پتہ دیا ہے جن تک ہمارا وہم و گمان بھی کبھی نہ جا سکتا تھا۔ ایک صاحب نے ہم کو اپنے خط میں متنبہ کیا ہے۔ کہ بربادی شیعہ کالج اور شیعہ کانفرنس کا بانی مبانی بھی یہی بزرگ ہے۔ اور میں بوثوق اپنے اس دعویٰ کو ثابت کر سکتا ہوں"۔ ایک صاحب نے ان کی شان میں ایک قصیدہ کے چند شعر بھی لکھے ہیں جو شیعہ کالج میں ان کی استبدادیت سے متنفر ہو کر کسی لکھنوی شاعر نے کہے ہیں۔ جن میں کا ایک شعر بغرض یاددہانی ملاحظہ ہو ؎

سر پہ دستار فضیلت پاؤں میں ڈربی کا بوٹ ٭ صفحہناتا آرہا ہے اشتر بغداد قوم

کسی آئندہ اشاعت میں بوقت ضرورت یہ عجیب و غریب قصیدۃ الابلیہ درج کر دیا جائے گا۔ مگر بہتر یہ ہوگا کہ کوئی صاحب یہ مکمل قصیدۂ ابلیہ دفتہ میں بھیجدیوے۔

فی الحال چونکہ اخبار سرفراز اور روزانہ سیاست وغیرہ میں بضمن کارروائی اجلاس خصوصی شیعہ کانفرنس امر دہہ

یہ شائع ہو چکا ہے کہ شیعہ کالج کے آنریری سیکرٹری وجائنٹ سیکرٹری کی بے اعتدالیوں سے تنگ آکر تمام قوم کی طرف سے محض حق گوئی اور حق جوئی کی بنا پر عدم اعتماد کا ووٹ بالاتفاق پاس ہوگیا ہے۔ لہذا الاہور میں یہ شتر بغدادی اس کے متعلق بھی بہت کچھ لے دے کر رہا ہے اور بے حد زہر اگل رہا ہے کہ "نام نہاد قوم نے جس قدر اعتراضات کئے ہیں وہ سب بادہوائی ہیں۔ صیغہ راز ہی تو شیعہ کالج میں مایہ ناز شعبہ ہے۔ یہ نادان قوم اگر اس کے فوائد کو نہ سمجھے تو اس نااہل قوم سے خدا سمجھے۔ اس نالائق قوم کے اعتماد اور عدم اعتماد کا کوئی اثر نہیں ہے۔ شیعہ کالج اور اس کے متعلقہ و ملحقہ تمام شعبے سیکرٹری وجائنٹ سیکرٹری کے قبضہ میں ہیں۔ شیعہ کالج کو قوم شیعہ کانفرنس کی طرح ہضم نہیں کر سکتی۔ اس نام نہاد قوم کو اگر ایسی ہی ہمدردی ہے تو وہ اپنی محنت سے ایک نیا شیعہ کالج بنالیوے۔ شیعہ کالج سانڈرس روڈ لکھنؤ سے کسی طرح قطع تعلق نہیں کر سکتا۔ احسان فراموش قوم جس قدر چاہے زور لگا کر دیکھ لیوے" وغیرہ وغیرہ من الفوات جو دل میں آیا کہ ڈالا۔

جب یہ حکایت موثق ذریعہ سے بطور روایت شتر بغدادی کی طرف سے منقول ہوتے ہوئے تدریجاً ہمارے کانوں تک پہنچی تو ہماری حیرانی کی کوئی حد باقی نہ رہی۔ کہ یہ قومی کالج ہے یا شتر بغدادی کے باپ کا ورثہ۔ کیا اپنی جسامت اور قد و قامت پر اس کو اس قدر جرأت ہوگئی ہے۔ کہ وہ ساری قوم کی آواز کو پاؤں سے ٹھکرانا چاہتا ہے اور اس جرأت سے ساری قوم کی توہین کر رہا ہے۔ ہم نے اس کے اس ضرّطہ شتر کو بمفاد کُلُّ طَوِیْلٍ اَحْمَق اس شتر طویل القامت کی حماقت سے زیادہ وقیع نہیں سمجھا۔

اب اسی شتر خانہ سے یہ روایت منقول ہوئی ہے کہ ان کا پہلا ملازم اخبار۔ جس پر کسی وقت خود اسی شتر بغدادی کی طرف سے ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ لکھنؤ میں چلایا گیا تھا۔ چونکہ قوم میں سخت بیوفار اور ناقابل اعتبار ہو چکا ہے۔ اس لئے شیعہ کالج کے متعلق عوام میں غلط فہمی پھیلانے کے لئے ایک نیا اخبار نکالا جاوے۔ جس میں شتر غمزے تو خود ذات معلا کی طرف سے ہوا کریں گے مگر ایڈیٹر کوئی دوسرا شخص ہوگا۔ جس کو ۱۰۱ من گندم پہلی قسط پیشگی دیدی گئی ہے۔ ممکن ہے کہ قبل از وقت راز طشت ازبام ہو جانے کے سبب سے ان کے اس بروپاگنڈا میں کچھ تعویق۔ یا نمایاں تغیر واقع ہو جائے۔ مگر وہ باز آنے کے نہیں۔ بہرحال ہم لوگ بھی ان کی نقل و حرکت سے بے خبر نہیں ہیں۔ ان کو یقین کر لینا چاہیئے کہ ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش ؎ من انداز قدت را مے شناسم

قوم نے بھی اب خار دار آہنی مہار اس شتر بے مہار کے لئے تیار کر رکھی ہے۔ وہ دن دور نہیں کہ اب سارے جہان کے یاجوج و ماجوج جو شیعہ کالج کے بہانہ سے سانڈرس روڈ کی طرف ہر وقت دوڑے جاتے اور شیعہ کالج کے سرمایہ قومی سے حصے بخرے لینے کے لئے اپنے ساربانوں کے قدموں پر جان نثار کر کے سرمایہ قومی کو چاٹ رہے تھے قومی لہر و ہوا کے چلنے سے پشتوں کی طرح سب اڑ جائیں گے اور انشاء اللہ آئندہ شیعہ کالج صحیح معنوں میں شیعہ کالج ثابت ہو کر رہے گا۔ استبدادیت کا نام و نشان تک مٹ جائیگا۔ اور مشکلات کے پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح سب اڑ جائیں گے وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ۔

اب ہم قوم کے ارباب حل و عقد کو بوثوق یقین دلاتے ہیں کہ جس استقلال اور عزم بالجزم سے آپ نے اس

مریض قوم کے علاج کا آغاز کیا ہے اس کو انجام تک پہنچائیں اور ضرور پہنچائیں اور ان کے گیدڑ بھبکیوں اور شتر غمزوں کی پرلیشہ بھی پرواہ نہ کریں۔ تمہارے عزم راسخ کے مقابلہ میں یہ سب ہیچ ہیں بیک فلو سے بنے ارزندے

اولوالعزمانِ دانش مند جب کرنے پہ آتے ہیں ✤ سمندر پھاڑتے ہیں کوہ سے دریا بہاتے ہیں

آپ یہ یاد رکھیں کہ ان تمام خطرناک جراثیم کا (جو آپ کے اس قومی مریض کا خون چوس رہے ہیں) اگر آپ نے استیصال کر دیا۔ تو صوبہ پنجاب۔ سندھ اور سرحدات مع علماء و مجتہدین عظام۔ رؤساء و والیان ملک تمندان و تعلقداران۔ اور تمام عوام جو شیعہ کالج و کانفرنس سے انہیں بے اعتدالیوں اور اس کے اراکین کی استبداد کی بدولت ایک عرصہ ہوا علل برداشتہ اور علیحدہ ہو چکے ہیں۔ بیشتر از پیشتر ہمدرد ہو جائیں گے۔ ایسی حالت میں اس ناچیز خادم "الحافظ" کے صفحات بھی اس قومی خدمت کے لئے ہر وقت وقف رہیں گے۔ وبہ المستعان و علیہ التکلان دھو یتولی الصالحین۔

ہم کو اس صورت میں وثوق اور کامل امید ہے کہ حضور صدر الشریعۃ قبلہ و کعبہ سرکار علامہ حائری مجتہد العصر دامت برکاتہ کی ادنیٰ توجہ اس طرف مبذول فرمانے سے ان مذکورہ صوبوں کی تمام شیعی دنیا۔ شیعہ کانفرنس اور شیعہ کالج کے ساتھ فوراً منسلک ہو جائے گی اور یہ انقلاب عظیم مستبدین کے لئے لا یموت ولا یحییٰ کا حکم رکھتا ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

غافل مشو گر عاقلی دریاب گر صاحبدلی ✤ شاید کہ نتواں یافتن دیگر چنیں ایام را

راقم آثم مدیر۔ | الیس اللّٰہ بکاف عبدہٗ |

ضروری التماس

عام طور سے دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ شجرہ انساب تو ستی مخصوص خاندانوں میں محفوظ رہتے ہیں۔ ہر گھرانے میں نہیں پائے جاتے جس کی وجہ سے عموماً لوگوں کو اپنے شجرۂ نسب کا پتہ نہیں ہوتا۔ اگر کسی موقعہ پر دریافت کیا جاوے تو سوائے لاعلمی کے اور کوئی جواب نہیں۔ یا یہ کہ کر ٹال دیتے ہیں کہ ہمارا شجرۂ نسب فلاں خاندان کے پاس ہے۔ اس لاعلمی اور تساہل کا یہ اثر ہوتا ہے کہ غیر سید بھی خود سید کہلا کر آہستہ آہستہ پکے سید بن جاتے ہیں۔ غرض اسی دہوکہ میں اکثر سادات کی لڑکیاں ایسے لوگوں سے منسوب ہو جاتی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ خرابیوں اور عام سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے میرے جد امجد علامہ مولانا السید حسین صاحب مرحوم مفتی اودھ لکھنؤ نے دائمی انسابوں کو جو یکے بعد دیگرے پشت میں تصدیق ہوتے رہتے ہیں۔ یکجائی معہ مفصل حالات کے مرتب کیا تھا۔ لیکن نامکمل چھوڑ کر اس جہان سے عالم جاودانی کو منتقل ہو گئے۔

آخر کار اس بار عظیم کو بندہ نے اپنے ذمہ لیکر عرصہ تین سال کی سعی و تبلیغ کے بعد **رسالہ انساب السادات نانوتوی** تالیف کیا جو انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب شائع ہونے والا ہے۔ قصبہ نانوتہ کی سادات سے جن مقامات

کے سادات کا تعلق ہے۔ ان کا بھی رسالہ مذکور میں اندراج ہے۔

اس لئے اب ان بزرگواروں کی نسلوں کے حضرات جن کی مختصر تشریح مع مقامات ذیل میں کی جاتی ہے۔ بذریعہ خط وکتابت اپنے انسابوں سے صحت فرمالیں۔

۱۔ حضرت سید حسین اصغر محدث بن حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی اولاد ملقب ترمذی یا حسینی۔ قصبہ نانوتہ۔ بین پور۔ گنگوہ۔ سرساوہ۔ چلکانہ۔ کیرانہ (شہر غازی پور معہ دیہات دیوکنٹھا وغیرہ) ساڈھورہ (قصبہ سیوانہ یا سامانہ پنجاب) پونڈری۔ بھٹنہ۔ موضع سوانہ ضلع کرنال میں آباد ہے۔

۲۔ حضرت سید عبداللہ باہر بن حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی اولاد ملقب ملکی۔ قصبہ نانوتہ بین پور آباد ہے

۳۔ حضرت سید اسمٰعیل بن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی اولاد ملقب سبزواری یا جعفری۔ قصبہ نانوتہ پھریرادوں فرید پور۔ مصطفےٰ آباد (کڑا- بہادرپور ضلع الہ آباد) سرہند۔ سلطان پور۔ علاقہ کپورتھلہ۔ ناردوال ملکھی جھنگل۔ لوہارکا۔ قصور۔ حیدرآباد دکن (اوچ ملحقہ ریاست بہاولپور) میں آباد ہے۔

۴۔ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی اولاد ملقب نقوی یا بخاری کی ایک شاخ قصبہ نانوتہ میں۔ اب مخصوص موضع چک حیدرآباد قطعہ باقر علی شاہ متصل سلار دین کہنہ ضلع ملتان کے سید کرم حسین شاہ صاحب ولد سید باقر علی شاہ صاحب صحت فرمالیں۔

نوٹ:۔ علاوہ متذکرہ بالا مقامات کے اگر اور دیگر مقامات پر بھی ان بزرگواران کی نسلیں موجود ہوں۔ تو برائے مہربانی بہت جلد مفصل طور مطلع فرماویں ورنہ بعد شائع ہونے کے افسوس ہی رہیگا۔

پتہ خط وکتابت

(احقر الکونین سید ظفریاب حسین ترمذی نقشہ نویس مؤلف رسالہ انساب السادات نانوتوی متوطن قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور) حال وارد شہر مگھیانہ ضلع جھنگ دفتر صدر بندوبست ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۶ء

دین و دنیا

دین عین دنیا ہے۔ دنیا عین دین ہے۔ معصومین علیہم السلام کے انوار ہدایات میں زرین عملی تعلیمات ہیں کنا عبداللہ کی ہدایت ہیں

اتفاق سے ایک مرتبہ امام زین العابدین علیہم السلام بعد ادائے فریضہ نہایت تیز رفتاری سے جانب نخلستان تشریف لئے جارہے تھے ایک شامی راہ گیر کہنے لگا آل محمد تمہارا یہ دعوی ہم طالب دنیا نہیں۔ دنیاوی امور میں اس انہماک کے کیا معنی؟ ارشاد فرمایا تیرا یہ خیال غلط ہے۔ اس وقت ہم جو کرہے ہیں یہ تو عین دین ہے۔ دنیا اس کا نام ہے جس طرح تم نے حاصل کی اور کر رہے ہو۔ ولیعہدی کے زمانہ میں امام رضا علیہ السلام تکیہ لگائے بیٹھے تھے چند مومن حاضر خدمت اقدس ہوکر عرض کرنے لگے آپ نے ولیعہدی قبول فرمائی حالانکہ امت کو ایسا شخص درکار ہے۔ موٹا کپڑا پہنے۔ نان خشک پر اکتفا کرے۔ مریضوں کی عبادت کو جائے

جواباً ارشاد فرمایا یوسف علیہ السلام نبی تھے۔ قبا ہر دیبا ہر وزر تار پہنتے تھے۔ فرعون کی مسندوں پر بیٹھتے تھے امام سے عدل و داد مقصود ہے اور یہ کہ وہ کلام میں راستگو ہو۔ حکم میں انصاف کرے۔ وعدہ کو وفا فرمائے۔ حق تعالیٰ نے لباس و طعام کسی پر حرام نہیں کیا قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج العباد بہ۔ مشاہداً امام حسن علیہ السلام نہایت شان و شوکت سے اپنے اسپ خوش رفتار پر راہ طے فرما رہے تھے۔ ایک شخص عنان فرس ہاتھ میں لیکر مستفسر ہوا۔ آپ کے جد کا ارشاد ہے دنیا مومن کے لئے زندان کافر کے لئے جنت ہے۔ آپ خود کو دیکھ کر میری جانب نظر فرمایئے۔ آپ کے جد کے اس اشارہ سے کیا معنی؟ ارشاداً امام علیہ السلام نے جو کیا اس کی حقیقت مخفی نہیں۔

اراکین شیعہ کانفرنس کی نسبت اکثر حضرات کا خیال ہے۔ یہ ایک دنیا طلبوں کی جماعت ہے دین کا نام ہے جو بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اس میں نہ صرف جدید تعلیم یافتہ بلکہ بڑے بڑے مجتہدین کرام بھی شامل ہیں۔ اگر معصومین علیہم السلام کے ہدایات ارشادات اور یہ یقیناً ہے محض صوم و صلوٰۃ۔ حج و زکوٰۃ یا اس قسم کے دیگر امور کا تنہا نام دین نہیں برخلاف اس کے اراکین شیعہ کانفرنس کا یتیم خانہ میں انہماک یہ دین۔ شیعیان امروہہ کا شیعہ کالج کی زندگی میں سرگرمی یہ دین اسکول و کالج وظائف وغیرہ یہ سب کے سب دین۔ مختصر یہ کہ ہر وہ کام جس میں معصیت کا ارتکاب نہ ہو۔ ہر وہ وقت جو معصیت سے خالی ہو عین دین ہے۔

عرض مدعا اور کوشش مصالحت اراکین کانفرنس کی حسن تدبیر مآل اندیشی پر دال ہے۔ چھوٹا منہ اور بڑی بات ہوگی۔ اگر ہم اراکین کانفرنس کی خدمات عالیہ میں بصد ادب گذارش کریں۔ حضور والا۔ مشکلات آپ کی جبینوں پر شکن نہ ڈال سکیں۔ مشکلات کے بعد کامیابی کا لطف جو ہے وہ اس میں ہے۔ آج اگر کچھ قومی افراد آپ کی جانب رجوع نہیں ہوئے۔ ایک دن ہوگا رجوع ہوں گے اور ضرور ہوں گے۔ عمل میں خلوص کے ثبوت بہم ہوں۔ یہ دل آپکے جانب خود بخود نہ کھنچیں اس کے کیا معنی؟ کیا ہر ادارے میں آپ کی کامیابی اور آپ کے سالانہ شاندار جلسے اس کا ثبوت نہیں کہ قوم پر آپ کا کافی اور زبردست اثر ہے؟

اسکول و کالج۔ یتیم خانے وظائف وغیرہ میں ضرور قومی مفاد ہیں۔ اقتصادی حالت درست کرنے کے لئے یہ بہتر ذرائع ہیں۔ اس کا بھی ساتھ ہی ساتھ لحاظ فرمایا جائے۔ جب تک اقتصادی تباہی کے اصلی وجوہ پر نظر نہ ہوگی۔ جب تک یہ خرابیاں دور نہ کی جائیں گی اقتصادی ترقی اپنے حقیقی معنوں میں یہ امر محال ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ ہم اپنے روپیوں کو غلط طور پر صرف کر رہے ہیں۔ جب تک روپیوں کا صحیح مصرف نہ ہوگا۔ جب تک فضاء پیدا نہ کی جائے گی ہم اپنے روپیوں کو بہتر مصرف میں لگائیں۔ نہ ہم فائدے زائد کما سکتے ہیں نہ ہماری اقتصادی حالت درست ہو سکتی ہے۔ حصول زر کے بہترین ذرائع۔ تجارت صنعت و حرفت۔ زراعت وغیرہ وغیرہ۔ ہمارا روپیہ جس قدر سالانہ بہم ہوتا ہے حوائج ضروری پر صرف ہونے کے بعد بہت کچھ نذر ارتکاب معصیت ہوتا ہے۔ نذر رسومات اسراف شادی و غمی ختنہ و عقیقہ وغیرہ وغیرہ رسومات عزاداری میں بھی خواہش نام و نمود کو بہت کچھ دخل ہے۔ یہ حقیقت ہے۔ کمال تغیر یہ ہے۔ ہم رسومات عزاداری کو ایسے طریقوں پر قائم کریں۔ عزاداری میں فرق نہ آئے اور روپیہ سے زائد سے زائد فوائد حاصل کریں۔

تحریک رضا کاران جنت البقیع کا انجام جو ہونا ہو۔ انجام کی خبر کسے کچھ نتیجہ نہ ہونے کی صورت میں بھی ایک لازمی نتیجہ یہ ہوگا۔ ہر شیعہ کو اپنی کمزوری کا احساس تو ہوگا۔ اپنی آواز کو مؤثر بنانیکا خیال تو ہوگا۔ اس بناء پر ہم جناب کلب عباس صاحب کی خدمت میں ہدیہ مبارکباد پیش کرتے ہیں +

راقم:- ایک حق گو

آیت وزر عصمت انبیاء کی مخالف نہیں ہے

(از افادات حجۃ الاسلام سرکار علامہ حائری قبلہ مجتہد العصر دامت برکاتہ)

مسئلہ عصمت انبیاء علیہم السلام میں آیت اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ - یعنی آیا ہم نے تم سے تمہارے گناہوں کو نہیں اتارا جس نے تمہاری کمر توڑ رکھی ہے۔

پس اس آیت میں جب کہ وزر کا لفظ صاف موجود ہے۔ اور وزر کے معنی گناہ کے ہیں تو پھر پیغمبر کیوں کر معصوم رہ سکتے۔

یہ ایک سوال ہے جس کو طاعنین عصمت نے بڑی شد ومد سے اٹھایا ہے۔ اور عصمت انبیاء علیہم السلام میں اس آیت مجیدہ کو قادح بتایا ہے۔ حالانکہ یہ ان کی اپنی غلط فہمی کا نتیجہ ہے اور اس میں منشاء غلطی یہ ہے کہ ان لوگوں نے لفظ وزر کو گناہ کے معنی میں مخصوص سمجھ رکھا ہے۔ ورنہ لغت عرب میں لفظ وزر۔ دراصل ثقل (بوجھ) کے معنی میں موضوع ہوا ہے۔ اور وزر کی جمع اوزار یعنے اثقال کے آئی ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے حملنا اوزاراً من زینۃ القوم۔ اسے اثقالاً من حلیھم۔ اسی لئے اسلحہ کو بھی اوزار حرب کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی ثقل ہے جس کو اٹھانا پڑتا۔ اسی طرح بادشاہ کے لئے جو وزیر ہوتا ہے وہ بھی اسی لفظ سے مشتق ہے۔ کیونکہ بادشاہ کے تمام اثقال کا وہ متحمل ہوتا ہے۔

اس کے بعد گناہ پر بھی یہ لفظ استعمال ہونے لگا۔ پس عصمت انبیاء علیہم السلام جبکہ دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ سے ثابت ہے۔ تو اب جہاں کہیں بھی ان کے حق میں یہ لفظ وزر وارد ہوا ہے۔ لازماً وہ گناہ کے معنی میں مستعمل ہوگا۔ پس اسی بنا پر اس آیت زیر بحث کو ہم مختلف تاویلوں سے ذیل میں بیان کرتے ہیں۔

اول - المراد به تخفیف اعباء النبوۃ التی تثقل الظہر من القیام بامرھا سھل اللہ ذلک علیہ حتی تیسر لہ و من علیہ یعنی اس جگہ وزر سے مراد بوجھ اور ثقل نبوت کو خفیف اور آسان کرنا ہے۔ کیوں کہ اس کے ثقل کی متحمل کمر نہیں ہو سکتی۔ اگر خدا اس کے امور کو اس پر نہ آسان کردے۔ پس آیت مذکورہ میں اسی کی طرف اشارہ ہوا ہے۔ جس کو لوگوں نے اپنی غلط فہمی سے گناہ کے معنی کئے ہیں۔ اب آیت کے معنی اس طرح ہوئے کہ اے (حبیب) کیا ہم نے تمہارا حوصلہ فراخ نہیں کیا (یعنی کیا) اور بوجھ نبوت کا جس نے تمہاری کمر توڑ رکھی تھی تم پر سے اتار دیا۔ یعنی مشکلات امر نبوت کو تم پر آسان کر دیا۔ فرمایئے اب اس معنی میں کونسا سقم لازم آتا ہے۔ آیت کے معنی موافق معقول ہوتے اور شان نبوت بھی بدستور قائم رہی اور آپ ہیں کہ نبیوں کو بھی خواہ مخواہ گنہگار ٹھہرا رہے ہیں۔

دوم۔ صورت تاویل یہ ہوسکتی ہے۔ وعصمناک عن احتمال الوزر فان المقصود من الوضع ان لا یکون علیہ ثقل فاذا عصم کان ابلغ فی ان لا یکون ولا یفعل الوزر یعنی وضعنا بمعنی عصمنا کے مستعمل ہے مجازاً اس بنا پر معنی اور مطلب یہ ہوا کہ ہم نے تمکو تحمل وزر اور اس کے عملدرآمد سے معصوم اور محفوظ رکھا ہے۔ کیونکہ لفظ وزر سے اس جگہ مراد یہ ہے کہ پیغمبر صلعم پر کسی قسم کا بھی ثقل نہ ہو۔ پس جب کہ ابتدا ہی ہیں ان سے ثقل معاصی موضوع اور مرفوع ہوچکا ہے تو لازماً پھر وہ معصوم ہیں۔

سوم۔ الوزر ما اصابہ من الھیبۃ والفزع فی اول ملاقاۃ جبرئیل حتیٰ الرعدۃ ثم قواہ یعنی اس جگہ وزر سے وہ ہیبت مراد ہے جس نے پیغمبر صلعم کو جبرئیل کی پہلی ملاقات میں حالت فزع کو پہنچا دیا تھا۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے آپ کو ایک عظیم الشان قوت اور طاقت عطا فرمائی۔ جس سے وہ تمام ظاہری اور باطنی مشکلات حل ہوگئیں۔

چہارم۔ ان ذنوب امتہ صارت کالوزر علیہ فآمنہ فی الدنیا بقولہ وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم وفی الآخرۃ بشفاعتہ فوعدہ بھا عقیب ھذہ الآیۃ ورفعنا لک ذکرک ای منفاعتک فیھم یعنی اس جگہ وزر سے امت کے گناہ مراد ہیں جن کو گویا خود آنحضرت صلعم کا گناہ قرار دیا گیا ہے۔ اور وعدہ دیا ہے کہ اسی دنیا میں تیرے وجود کے سبب اور آخرت میں تیری شفاعت سے امت مرحومہ کو عذاب نہیں کروں گا۔

پنجم۔ ان نزول السورۃ بعد موت ابی طالب وخدیجۃ فکان فراقھما علیہ وزراً عظیماً فوضع عنہ الوزر ورفعہ الی السماء فرفع قدرہ۔ فخرالدین رازی نے کہا ہے کہ ابوطالب اور خدیجہ کی وفات کے بعد یہ سورۃ مبارکہ نازل ہوئی ہے۔ ان بزرگواروں کا فراق حضور ختمی نبوت فداہ روحی کو بہت ثقیل اور عظیم گذرا۔ خدائے تعالیٰ نے اس وزر اور ثقل کو آں حضرت صلعم سے اٹھا لیا۔ اور تسلی و رفعت کے لئے آپ کو آسمان پر اٹھا لیا۔

ششم۔ الوزر ما یلحقہ من الاذی والشتم حتیٰ ینقض ظھرہ وتاخذہ الرعدۃ ثم قواہ اللہ تعالیٰ۔ یعنی اس جگہ وزر سے وہ دشنام اور اذیت مراد ہے جو حضور ختمی مآب صلعم کو قوم کی طرف سے پہنچی۔ جس سے کہ کمر ٹوٹ جاتی ہے۔ مگر خدائے تعالیٰ نے آں حضرت فداہ روحی کو ایسی طاقت اور قوت تحمل عنایت کی کہ یہ سب باتیں آسان ہوگئیں۔

ھفتم۔ علم الھدےٰ سید مرتضیٰ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ سمیت الذنوب وزراً لانھا تثقل حاملھا وکاسبھا وکلما اثقل الانسان وغمہ وکدہ جاز ان یسمی وزراً فلا یمتنع ان یکون المراد ھھنا بانہ صلعم یغتم ویھتم ویتاسف علی ما کان علیہ قومہ وعشیرتہ من الشرک وھو واصحابہ بینھم مقھورون مغضوبون ومستضعفون لا یستقعون اقوالھم فلما اعلی اللہ کلمتہ وشرح صدرہ وبسط یدہ خاطبہ اللہ بھذا الخطاب تذکیراً بمواقع النعمۃ لیقابلہ بالشکر ولیؤیدہ ما بعدہ من الآیات من الرفعۃ والیسر ذالک بازالۃ الھموم

اشتبه والعسر بالشدائد والغموم النسب۔ یعنی گناہوں کو اس لئے وزر کہا گیا ہے کہ گنہگار کے لئے وہ نہایت ثقیل ہوتے ہیں جن پر کہ ثقل اطلاق ہوتا ہے۔ جیسے غم اور ہم اور جدوکد کسی کام میں کرنے کو بھی وزر کہا جاتا ہے۔ پس اس بنا پر پیغمبر صلعم کے وزر سے آپ کا غم کرنا مراد ہے۔ جو ان کو اپنی قوم کے متعلق تھا۔ اور ان کی جہالت وضلالت پر آپ ہر وقت متاسف رہا کرتے تھے۔ خدائے تعالیٰ نے اس کو فرح وسرور سے مبدل کر دیا اور آپ کی عسرت کو یسرت سے اور ذلت کو رفعت ذکر سے تبدیل کیا۔ کہ اہل مکہ قریش کی فوج فوج اسلام میں داخل ہونے لگی۔ بعد اس کے کہ آپ ان کے درمیان ضعیف اور مقہور تھے۔ یہاں تک کہ آپ کا کلام تک سننے کے وہ روادار نہیں تھے۔ خدائے تعالیٰ نے ان امور کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے ہی پیغمبر صلعم کو یہ خطاب کیا تھا۔

اسپر صرف یہ سوال ہوسکتا ہے کہ یہ صورت مکیہ ہے۔ اور یہ سب باتیں ایک طویل عرصہ کے بعد وقوع پذیر ہوئیں ان میں کیوں کر تطابق ہوسکتا ہے۔ اس کا جواب ہم دو وجہوں سے دیتے ہیں۔

اول۔ ان اللہ سبحانہ لبشر نبیہ قبل ان یعلی دینہ ویظہر کلمتہ ان یوضع عنہ ثقل غمہ وھمہ بما یلحقہ من اذی قومہ ویبدل عسرہ لیسرہ فما وعدہ اللہ تعالیٰ فقد وقع کلہ۔ یعنی خدائے تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلعم کو اعلاء دین اور نشر کلمۃ الحق سے پیشتر ہی اس بات کی اطلاع دیر کھی تھی کہ آپکو قوم کی اذیتوں سے جو کچھ بھی غم اور ہم کا ثقل آپ پر ہے۔ وہ دور کر دیا جائیگا۔ آپ کی مشکلات اور صعوبتیں تمام فرح اور سرور کے ساتھ بدل دیجائیں گی۔ پس یہ مطابق واقع سب کچھ پورا ہو کر رہا۔

دوم۔ ان کان اللفظ بقولہ وضعنا عنک ماضیاً فیراد بہ الاستقبال ذلک فی القرآن والاخبار والاشعار کثیر کقولہ تعالیٰ ونادوا اصحاب الجنۃ اصحاب النار وقولہ ونادوا یامالک لیقض علینا وقولہ وجئ بجہنم فلا قدح فیہ۔ یعنی لفظ وضعنا ہر چند ماضی کا صیغہ ہے۔ مگر اس جگہ استقبال کے معنی میں مستعمل ہے۔ قرآن مجید میں ایسے الفاظ بکثرت موجود ہیں۔ جو لفظاً ماضی ہیں مگر معناً استقبال کا فائدہ دیتے ہیں۔ جیسے اصحاب جنت ونار کے لئے لفظ نادوا صیغہ ہے۔ ماضی وارد ہوا ہے۔ مگر معنی بنیادی مستقبل کے دیتا ہے۔ اسی طرح اہل جہنم کے متعلق لفظ نادوا وارد ہوا ہے۔ جو مستقبل کے معنی دیتا ہے۔ پس اس معنی میں کوئی قدح لازم نہیں آتی۔ وہو العالم۔

حق وباطل

(نمبر ۴۔ گذشتہ سے پیوستہ)

قسام ازل نے دل ودماغ حواس خمسہ سر انسان کو دئے ہیں مگر ان سے کام لینے کی صحیح استعداد جس کو ملی ہے وہ حق وباطل کی تمیز میں دھوکا نہیں کھا سکتے۔ وہ صلحائے صالحین کی سوانح حیات ہی سے ان کے داعی الی الحق ہونیکا پتہ لگا سکتے ہیں اور اس بات کی کافی جانچ کرسکتے ہیں کہ وہ امور فطرت کے کیسے رازداں ہیں۔ اور ان کی قبولیت درگاہ الٰہی میں کس حد تک ہے وہ جناب رسول خدا صلعم وجناب علی ابن ابی طالب کی تقسیم انسان

زندگی کے ان زندہ و حقیقی واقعات سے ان کے داعی الی الحق و حق ہونیکا نتیجہ اخذ کرلیتے ہیں۔ کہ بالعموم جس وقت عرب میں تجارت کی گرم بازاری تھی۔ اور تاجران عرب نے زمانہ رسالت رسالتمآب سے پہلے شام و مکہ و مدینہ کے درمیان تجارتی آمد و رفت کا سلسلہ قائم کر رکھا تھا۔ افلاس و تمول کو ضروریات زندگی کا ملجا و ماویٰ تصور کرلیا تھا۔ سامان راحت کی فراہمی میں مصروف تھے۔ اس کی قلت و کثرت کو مطمح نگاہ بنا رکھا تھا۔ نصف سے زیادہ عمریں صرف کردی تھیں۔ اس وقت میں بھی جوان معزز و بزرگ ہستیوں نے اول اول معاملہ تجارت کا ڈول ڈالا تو خدا ہی کے ساتھ ڈالا جس کا ماحصل یہ ہوا کہ جیسے جیسے سن بڑھتا گیا معاملہ قدیم ہوتا گیا۔ معاملہ دار سے تعارف بڑھتا گیا اور اس کی حد اس درجہ ترقی پذیر ہوگئی کہ جناب رسالتمآب صلعم کے رسوخ کو کون کہہ سکتا ہے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا وثوق صرف تعلیم و تربیت جناب ختمی مرتبت سے اس حد کو پہنچ گیا اور ان کی مقبولیت اس درجہ مقبول ہوگئی کہ عمل کا سودا چھوڑ کر جان بیچنے کی نوبت آگئی اور قیمت اس کی رضائے الٰہی ٹھہر گئی۔ جیسا کہ خود پروردگار عالم نے گواہی دی۔ اور " من الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله " (آدمیوں میں کوئی کوئی ایسا بھی ہے جو رضائے خدا حاصل کرنے کے لئے اپنے نفس کو فروخت کردیتا ہے) کی آیت نے ظاہر کردیا۔

دیکھو! یہ وثوق شروع جوانی میں ہوا اور یہاں تک بڑھا کہ اس کی ابتدائی حالت کو انتہائی حالت کی خبر و تحدید مشکل ہوگئی۔ لیکن یہ بات منکشف ہوگئی کہ اس تجارت سے اس قدر کثیر نفع ہوا۔ اور یہ تجارت یہاں تک بار لائی کہ جتنے دنوں اور جتنے برسوں میں جناب رسالتمآب صلعم۔ اس نفع عظیم تک پہنچے کہ تخت رسالت پر بٹھا دئے گئے۔ جناب امیر علی ابن ابی طالب علیہ السلام قریب قریب اتنے ہی دنوں میں تخت امامت کے مالک ہوگئے۔ اب چونکہ یہ ذبح عظیم ایسا ذلیل بھی نہ تھا کہ کسی بنک میں جمع کردیا جاتا کہ اگر بنک ٹاٹ الٹ دیتا تو فیصلہ ہی ہوجاتا۔ اس لئے یہ امانتاً خدا کے پاس رکھا گیا " وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوه عند الله هو خیرا واعظم اجرا " یعنی جو کچھ بھی نیکیاں تم لوگوں نے اپنے پہلے بھیج دی ہیں ان سب کو نہایت حفاظت کے ساتھ تم لوگ اپنے آپ کے پاس پاؤ گے۔ بلکہ جس طرح تم نے بھیجا تھا اس سے اچھا ہی پاؤ گے۔ اور اس کی جزا بہت بزرگ ہے۔

لیکن قابل غور بات تو یہ ہے کہ یہ ان کے قبل رسالت و قبل امامت کے رنج کا ثمر تھا جس نے کہ انہیں دنیا میں سلاطین کردیا۔ مگر جو ان کے بعد رسالت و بعد امامت کے عمل کی جزا تھی وہ کیا تھی۔ اور کیسی تھی۔ میرے خیال میں تو وہ دنیائے فانی کے لائق تھی ہی نہیں بلکہ دنیائے باقی کے لائق تھی اسی لئے انہیں مملکت باقی کی تاجداری دی گئی۔ جس کا ذکر حدیث وسیلہ میں اس طرح کیا گیا کہ " میں پہلے زینہ پر اور علی ابن ابی طالب دوسرے زینہ پر ہونگے " لہذا وہ وہاں کے لئے رکھدی گئی۔

اب چونکہ وہ سلطنت دنیاوی نہ تھی اس کا ثمر اخروی تھا اس لئے ان سلاطین کو بیت المال و لوازم ملوک کی بھی ضرورت نہ رہی اور ان کی پوشاک و خوراک بھی سلاطین دنیا سے نرالی تھی اور ان کے اقوال و افعال بھی سلاطین دنیا سے نرالے تھے۔ چنانچہ وہ ہمیں اکثر پیٹ پر پتھر باندھتے اور کنوؤں سے پانی کھینچتے دکھائی

دیتے تھے۔

رہی یہ بات کہ وہ سلطنت کیا تھی جس کے یہ سلاطین تھے۔ اور وہ خزانہ الٰہی کیا تھا جس کے کہ یہ مالک تھے جسے کہ آخرت سے تعلق تھا سو وہ بات یہاں آکر یوں حل ہوجاتی ہے۔ کہ وہ سلطنت وہی تھی جس کا کہ خزانہ علم و حکمت تھا۔ اور جس خزانہ علم و حکمت کے یہ بادشاہ تھے اور جس پر تمام سیاست مدن کا دار و مدار تھا۔ چنانچہ وہ ایک ایک خط جو کہ جناب امیر علی ابن ابی طالب نے اپنے عاملوں کو لکھے ہیں ایسے آئین و قوانین سے مملو ہیں کہ آج بھی اگر ماہران قانون و آئین اسے دیدۂ دل سے دیکھتے ہیں تو حلفیہ کہ اٹھتے ہیں کہ سر دست کوئی سلطنت بھی اس سے بہتر آئین و قانون پر مبنی نہیں ہے۔ اور نہ ان خطوں کا جواب سلطنت کرنے والوں کے جمہوری غور و خوض سے ہوسکتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ دراصل ایسی ہستی قابل خلافت ولائق سلطنت تھی۔ اور کیوں نہ ہوتی۔

غور کرنے کی بات ہے کہ جناب باری عز اسمہٗ نے سات بزرگواروں کو سات چیزیں تعلیم فرمائیں۔ جناب آدم علیٰ نبینا کو علم اسماء دیا۔ "وعلم آدم الاسماء کلھا" جناب خضر علیہ السلام کو علم فراست دیا۔ "وعلمناہ من لدنا علما"، حضرت یوسف علیہ السلام کو علم تعبیر دیا جو انہیں کی زبانی مذکور ہوا۔ "رب قد آتیتنی من الملک وعلمتنی من تاویل الاحادیث" جناب داؤد کو زرہیں بنانا سکھائیں۔ "وعلمناہ صنعۃ لبوس"، جناب سلیمان کو جانوروں کی بولیوں کا علم دیا۔ "یا ایھا الناس علمنا منطق الطیر" جناب عیسےٰ کو علم تورات وانجیل بخشا اور جناب محمد مصطفےٰ صلعم کو شریعت و توحید کا علم مرحمت فرمایا۔ "وعلمک مالم تکن تعلم"، جو سلسلہ تعلیم سے تعلیم تک پہنچا۔ "ویعلمھم الکتاب والحکمۃ" اور رسول نے امت کو کتاب خدا و حکمت کی تعلیم دی اور میراث علم کا مالک بالاجماع علی ابن ابی طالب کو بنا کر خرچ کرنے کا اختیار دیدیا۔ "استعمل العلم فانہ میراثی" (رسالہ الحافظ ماہ اکتوبر ۲۶ء صفحہ ۱۱ و ۱۲۔ تفسیر فخر الدین رازی) "انا مدینۃ العلم وعلی بابھا" (متفق علیہ) "انا دار الحکمۃ وعلی بابھا" (اخرجہ الترمذی و ابو نعیم)

لہٰذا جب جناب رسالتمآب صلعم کی نبوت کا سبب علم اور تعلیم علم ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ علیؑ سردار خلق نہ قرار دیئے جائیں۔ کیونکہ دلیل مشترک ہے۔ "روی فی تفسیرہ الکبیر قال علیہ السلام العلماء مفاتیح الجنۃ وخلفاء الانبیاء"، یعنی علماء جنت کی کنجیاں اور انبیا کے خلیفہ و جانشین ہیں۔

کسی نے جناب رسول خدا صلعم سے پوچھا کیوں حضرت علم کیا چیز ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ جو عمل نیک کی ہدایت و رہنمائی کرے۔ اس نے عرض کیا اچھا ارشاد ہو عقل کیا چیز ہے؟ فرمایا جو نیکی کو حاصل کرے۔ پھر اس نے کہا ہوا کی کیا تعریف ہے؟ فرمایا گناہوں کا مرکب۔ راوی نے عرض کیا مال کیا چیز ہے؟ فرمایا متکبرین کی چادر۔ پوچھا دنیا کیا شے ہے؟ حکم ہوا کہ آخرت کا بازار۔

پس اسی مرتبہ عظیمہ سلطنت اخروی کی کامل پہنچ تھی جو جناب سید الشہداء روحی وارواح العالمین لہ الفدا نے میدان نینوا میں وہ معاملہ کیا تھا کہ غنیم پامال ہوگیا۔ تاج رعونت گر گیا تخت سلطنت دنیاوی الٹ گیا اور وہ سلطنت اخروی جس کا خزانہ علم و حکمت تھا محفوظ رہ گئی۔ ہاں مصیبتیں پڑیں۔ تکلیفیں آئیں۔ صعوبات ناگفتہ بہ

کا سامنا ہوا۔ سفینۂ آل طٰہٰ و یٰسین ظلمت جہالت کے تاریک طوفان میں پڑا۔ کچھ ڈوب کر حوض کوثر کے کنارے نکلے۔ کچھ مصائب و آلام کے شکار ہو کر دنیا میں رہے۔ مگر وہ تاج گرانمایہ علم و حکمت جو باپ دادا کے سر سے وراثتاً حسین علیہ السلام کے سر پر آیا تھا محفوظ رہ گیا اور اس بیٹے کے سر پر پہنچ گیا جہاں کہ اسے پہنچنا واجب تھا۔ جس کی روشنیاں آج بھی دنیا میں باقی ہیں اور تا قیام قیامت باقی رہے گی۔ رہا یہ کہ وہ فرزند دلبند فوج اشقیا کی قید میں رہا۔ مگر تاجدار علم و عالم تو تھا۔ دراصل اس کی وہی سلطنت تھی اور اسی پر خدا نے اس کو منصوب کیا تھا۔ بہرطور وہ منصوب ہی رہا اور ملاعین اگرچہ تخت پر بیٹھے تھے لیکن دراصل تو اس سلطنت عظمیٰ سے محروم و معزول ہی رہے۔

یہ دوسری بات ہے کہ باعتبار دنیا ان کے پاس مال و متاع دنیا سے کچھ ظاہری اسباب و سامان نہ تھا۔ صرف کچھ لوگ تھے مگر جو تھے وہ بطمع دنیا تو نہ تھے۔ طالب دین حقیقی تھے۔ امانت دار رسالتمآب صلعم تھے غرض تھے اور ان کی ایک جماعت تھی اور ان کا ایک ایسا امام تھا کہ اس کے ماموم دنیا کے تمام مفروضہ اماموں سے بہتر تھا۔ اللہ! اللہ!! وہ تالیان کتاب۔ حافظان کتاب۔ مجاہدین دین۔ عابدان شب۔ زاہدان دنیا۔ فقہا اور علما تھے۔ چوں کہ ایسے لوگ دنیا میں کم ہوتے ہی ہیں اس لئے بہتر ہی تھے۔ لیکن یہ تو ماننا پڑیگا کہ اس میں ایسے لوگ تھے جن کو جگر گوشہ رسول و سلطان ملک و دین خود فقیہ کے لفظ سے تعبیر کرتا تھا۔ جیسا کہ "الی الرجل الفقیه حبیب ابن مظاهر" سے ظاہر ہے۔ پھر دنیا خود ہی خیال کر سکتی تھی کہ جن لوگوں کو نہ امید غنیمت ہو نہ امید زلیست ہو نہ طمع مال ہو اور محبت اہل و عیال بھی رکھتے ہوں اس پر جمال جہاں آرا حسینی کے پروانے ہوں تو کیوں۔ یہی نہ کہ جانتے تھے کہ حسینؑ کی حفاظت کرنا ایسا ہے جیسا کہ قرآن کی حفاظت کرنا۔ اور یہ امانت رسالت مآب صلعم ہے اس لئے ہماری جان جائے لیکن ہم جناب رسالتمآب صلعم کو یہ دکھلا دیں کہ آپ ہم میں اپنی امانت چھوڑ آئے تھے تو ہم نے اپنے سامنے تک ضائع ہونے نہیں دیا اور وہ کیوں نہ ایسا کرتے کیوں کہ وہ تو جانتے تھے کہ جناب امام حسین علیہ السلام کا اصلی منشا سریر حکومت حاصل کرنے کا نہیں ہے وہ صرف حق و ناحق کا فیصلہ چاہتے ہیں۔ وہ روحانیت کی قوی طاقت سے مادیت کو مٹانا چاہتے ہیں وہ ان احکام الٰہی کی تشہیر چاہتے ہیں جو ان کے نانا رسول خدا کے ذریعہ سے امت محمدی تک پہنچے ہیں۔ اور جن پر زمانہ نے آج ایک گہرا تاریکی کا پردہ ڈال رکھا ہے۔ وہ خود پیاس سے ہلاک ہو کر جان دینا چاہتے ہیں مگر مقصود یہی ہے کہ امت محمدی اپنی حقیقی پیاس بجھانے کے لئے حوض کوثر پر پہنچ جائے۔

اللہ اکبر! کربلا کا میدان اور پیاس کا لفظ جب کبھی بھی اہل علم کے سامنے آجاتا ہے تو دل ہل جاتا ہے جگر بھن اٹھتا ہے۔ روح تھرا جاتی ہے۔ اور بنی نوع انسان کی ایسی قسی القلبی کا فوٹو نگاہوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ کہ جس کی مثال دنیا کی کسی تاریخ میں اور روئے زمین کے کسی طبقہ پر نہیں ملتی۔ جائے غور ہے کہ مظلوم کربلا کی پیاس کس حد کو پہنچ گئی تھی کہ اس کا اثر بعد شہادت امام حسین علیہ السلام شب یازدھم فضائے آسمانی سے ان دردآمیز الفاظ میں ظاہر ہونے لگا۔ "وا ابناہ وامقتولاہ وا ذبیحاہ واحسیناہ واغریباہ یا بنی قتلوك وما عرفوك ومن شرب الماء منعوك" یعنی ہائے ہائے اے فرزند۔ اے ظلم و جفا سے

مقتول ہے اے راہ خدا کے شہید۔ اے حسین۔ اے میرے غریب مسافر تجھ کو اس امت جفا کار نے شہید کر ڈالا اور تیری قدر و منزلت نہ پہچانی اور تجھکو پانی سے روک دیا اور مرتے دم تک ایک قطرہ آب نہ دیا۔

پس یہ ہے داعی الی الحق جو "ولنبلونکم من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین" کے حکم کی کہ ایسی پیروی کرتے ہیں کہ خود بخود باطل مٹ جاتا ہے اور حق ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور دنیا ببانگ دہل چلا اٹھتی ہے کہ بے شک یہ رسالت رسول کے سچے گواہ و احکام الٰہی کے حقیقی شاہد ہیں اور "افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاہد منہ" (سورہ ہود آیت سترہ) کی آیت سے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم نے انہیں کتاب دیدی۔ رسول کر دیا اور ساتھ ہی ساتھ ان میں گواہ بھی پیدا کر دئے۔ جو گواہی دیتے ہیں۔ یہی مقصود ہیں اور "حسین منی وانا من الحسین" اسی کلام الٰہی کی تفسیر ہے۔ لہذا یہی حق ہیں اور انہیں کی ذریت حامل قرآن ہے۔ مزید یہ نہ کبھی قرآن سے علیحدہ ہوئے۔ اور نہ آئیندہ علیحدہ ہوں گے۔ تا وقتیکہ حوض کوثر پر نہ پہنچیں۔ ہم کو ان سے ضرور متمسک رہنا چاہیئے۔ تاکہ ہم بھی انہیں کے ساتھ حوض کوثر پر پہنچیں۔ اور باطل کی پیروی سے محفوظ رہیں۔

"بیباک" ماہلی

رسالہ علی مرتضیٰ کی تعلیم

کا جواب نمبر (۳)

اور تنبیہ ایڈیٹر النجم لکھنؤ

(گذشتہ سے پیوستہ)

(از جناب مولوی محمد زوار حسین صاحب جونپوری پرشین ٹیچر، احمد ہائی سکول۔ سیتاپور)

صفحہ ۱۲۔ میں آپ تحریر فرماتے ہیں "جناب علی مرتضیٰ کے علاوہ دوسرے اماموں نے بھی تینوں خلیفہ کی بہت تعریف کی ہے۔ نمونہ کے طور پر اس کو بھی دیکھئے۔ روضہ کافی مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۴۲ میں ہے۔ ینادی منادٍ من السماء اول النہار الا ان علیاً وشیعتہ ہم الفائزون وینادی منادٍ آخر النہار الا ان عثمان وشیعتہ ہم الفائزون" ہم نے بارہا اس حدیث کو دیکھا ہے اور آپ کی فرمائش سے پھر دیکھا ہے تو اس میں پوری حدیث اس عبارت کے ساتھ ملتی ہے۔ عن محمد بن علی الحلبی قال سمعت ابا عبد اللہ یقول اختلاف بنی العباس من المحتوم والنداء من المحتوم وخروج القائم من المحتوم قلت وکیف النداء قال ینادی منادٍ من السماء اول النہار الا ان علیاً وشیعتہ ہم الفائزون قال وینادی منادٍ آخر النہار الا ان عثمان وشیعتہ ہم الفائزون۔ یعنی محمد بن حلبی کہتے

کہ میں نے امام جعفر صادقؑ کو کہتے ہوئے سنا کہ بنی عباس کا اختلاف امر یقینی ہے۔ اور ندا کا ہونا بھی یقینی ہے۔ اور قائم کا خروج بھی یقینی ہے۔ راوی نے کہا کہ ندا کیسی ہوگی۔ فرمایا کہ ایک منادی دن کے شروع میں آسمان سے ندا کریگا۔ کہ آگاہ ہوجاؤ صرف علی اور ان کے شیعہ فائز و رستگار ہیں اور فرمایا کہ ایک منادی دن کے آخر میں ندا کریگا آگاہ ہوجاؤ صرف عثمان اور ان کے شیعہ فائز و رستگار ہیں۔ یہ ترجمہ ہے حدیث کا اس میں منادی اول کا آسمانی (فرشتہ) ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اور دوسرے منادی نے متعلق من السمآء نہیں کہا معلوم ہوا کہ وہ آسمانی (فرشتہ) نہ ہوگا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ منادی اول نجات کو علی اور ان کے شیعہ سے مخصوص کرتا ہے۔ اور دوسرا منادی نجات کو عثمان اور ان کے شیعہ سے مخصوص کرتا ہے۔ اور دونوں ندائیں ایک دوسرے کی ضد ہونگی۔ اور یہ بھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث زمانہ قیامت کے قریب ہونیکی علامات کے بیان میں ہے۔ آپ نے ان سب فقرات کو جو شروع میں تھے حذف کر کے لکھا۔ اور اس طرح ترجمہ لکھا ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ندائیں روزانہ ہوتی ہیں اور دونوں ندائے آسمانی (غیبی) ہیں۔ اور ایکدوسرے کی مخالف نہیں ہیں۔ اور اس طرح ترجمہ میں لکھتے ہیں "ایک منادی آسمان سے دن کے شروع میں آواز دیتا ہے کہ علی علیہ السلام اور ان کے ساتھ والے مراد کو پہنچیں گے اور ایک منادی آخر دن میں ندا کرتا ہے کہ عثمان اور ان کے ساتھ والے مراد کو پہنچیں گے۔ معلوم ہوا کہ منادی غیب جس طرح حضرت علیؑ کی تعریف بیان کرتا ہے۔ اسی طرح حضرت عثمان کی بھی تعریف کرتا ہے۔ کیوں نہ ہو دونوں رسول کے داماد ہیں" اس حدیث سے اتنا تو معلوم ہوا کہ وہ ندائے آسمانی (فرشتہ کی ندا) نہ ہوگی۔ آخر کس کی ندا ہوگی یہ تو پیچھے سنئے گا۔ پہلے یہ ظاہر کردوں کہ آپ نے روضہ کافی اول سے آخر تک دیکھی نہیں۔ دیکھی ہے تو چھپاتے ہیں صرف روضہ کافی میں صفحہ ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۲۵، ۲۹، ۳۲، ۵۰، ۶۱، ۶۶، ۶۷، ۷۸، ۸۰، ۸۷، ۹۲، ۹۶، ۹۸، ۹۹، ۱۰۲، ۱۱۲، ۱۱۵، ۱۲۳، ۱۲۵، ۱۳۹، ۱۵۵، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰ یعنی ۲۶ صفحوں کے اندر حضرات خلفائے ثلاثہ کی تعریف مذکور ہے۔ اس کو کیوں نہ ظاہر کیا کہ دنیا دیکھ لیتی کہ حضرت علی اور دوسرے اماموں نے کیسی تعریف کی ہے۔ آپ کو یہ حدیث ورق گردانی میں مل گئی ہوگی۔ اور غالبًا اتنے ہی الفاظ پر نظر پڑی ہوگی۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا لکھ مارا۔ اب سنئے ایک حدیث کی دوسری حدیث تفسیر بیان کرتی ہے۔ انہیں امام جعفر صادقؑ نے دوسری حدیثوں میں بیان کردیا ہے۔ کہ وہ دوسری ندا دن کے آخر میں کس کی ہوگی کتاب کمال الدین و تمام النعمۃ مصنفہ جناب صدوق علیہ الرحمۃ کے باب علامات خروج القائمؑ (حضرت قائمؑ کے ظہور کے علامات کے باب) میں یہ حدیث صفحہ ۳۴۶ پر درج ہے۔ عن ابی حمزۃ الثمالی قال قلت لابی عبد اللہ ان ابا جعفرؑ کان یقول ان خروج السفیانی من الامر المحتوم قال نعم فقلت ومن المحتوم قال لی نعم واختلاف بنی العباس من المحتوم وقتل النفس الزکیۃ من المحتوم وخروج القائم من المحتوم فقلت لہ فکیف یکون ذلک النداء قال ینادی مناد من السماء اول النہار الا ان الحق فی علی وشیعتہ ثم ینادی ابلیس لعنہ اللہ فی آخر النہار الا ان الحق فی السفیانی وشیعتہ فیرتاب بذلک المبطلون۔ ابوحمزہ ثمالی نے حضرت امام جعفر صادق سے عرض کیا کہ آپ کے پدر بزرگوار فرمایا کرتے تھے۔ کہ سفیانی کا خروج یقینی ہے۔ حضرت نے کہا ہاں۔ پھر راوی نے پوچھا کہ یقینی ہے فرمایا ہاں یقینی ہے۔ اور بنی

عباس کا اختلاف اور نفس زکیہ کا قتل اور قائمؑ کا خروج بھی یقینی ہے (راوی کو ندا کی حدیث معلوم تھی اور یہ تو اتنا معلوم ہو چکا تھا کہ دوسری ندا آسمانی نہ ہوگی لیکن زیادہ تشریح کے لئے) راوی نے پوچھا کہ وہ ندا کیسی ہوگی فرمایا کہ آسمان سے دن کے شروع میں ندا ہوگی کہ حق علی اور ان کے شیعہ کی طرف ہے اور دن کے آخر میں شیطان لعین ندا کریگا کہ حق سفیانی اور اس کے شیعہ کی طرف ہے اس ندا سے اہل باطل شبہ میں پڑ جائیں گے سفیانی کون ہوگا صفحہ ۳۴۵ میں اسی کتاب کی جو حدیث امیر المومنین سے منقول ہے۔ اس میں ہے کہ وہ ابوسفیان کی اولاد سے ہوگا۔ جو بنی امیہ میں سے تھا اور حضرت عثمان بھی بنی امیہ میں سے تھے۔ پھر آپ نے ص۱۳ میں ایک طولانی حدیث کا (جو ۲۷ سطر کے صفحہ کے حساب سے ۴ صفحہ ۴ سطر میں ختم ہوئی ہے) خلاصہ صرف ۹ سطروں میں بیان کیا ہے۔ یہ حدیث فروع کافی جلد اول کے ص۶۰۹ سے شروع ہوئی ہے، اور ص۶۱۳ کے نصف پر ختم ہوئی (جلد دوم میں نہیں ہے) ظاہر ہے کہ ایسی طولانی حدیث کا مطلب اس اختصار سے کیوں کر نکل سکتا ہے۔ بہرکیف آپ اس کے نقل کرنے سے گھبرائے ہوں گے اس لئے میں آپ کو صرف تین حدیث نقل کرکے اس کے حل مطلب کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اور اس کی شرح سے جو خود امام نے بیان کی ہے بہت کم تعرض کروں گا۔ عن ابی عمر والزبیری عن ابی عبد اللہ قال قلت له اخبرنی عن الدعاء الی الله والجهاد فی سبیله اهو لقوم لا يحل الا لهم ولا يقوم به الا من كان منهم ام مباح لكل من وحد الله عز وجل وآمن برسوله من كان كذا فله ان يدعوا الى الله عز وجل والى طاعته وان يجاهد فی سبيله فقال ذلك لقوم لا يحل الا لهم ولا يقوم بذلك الا من كان منهم قلت من اولئك قال من قام بشرائط الله فی القتال والجهاد علی المجاهدين فهو الماذون له فی الدعاء الی الله ومن لم يكن قائما بشرائط الله فی الجهاد علی المجاهدين فليس بماذون له فی الجهاد ولا الدعاء الی الله حتی يحكم فی نفسه ما اخذ الله عليه من شرائط الجهاد قلت فبين لی يرحمك الله قال ان الله (الی آخرہ) ترجمہ۔ ابوعمرو زبیری نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے عرض کی کہ مجھ سے دعوت الی اللہ (خدا کی طرف بلانا) اور جہاد فی سبیل اللہ (راہ خدا میں جہاد کرنا) کے متعلق ارشاد فرمایئے کہ یہ کسی ایک خاص گروہ کے لئے ہے کہ جن کے سوا دوسرے کو حلال نہ ہو اور نہ دوسرا اس کو بجا لا سکے یا عام ہے کہ جو خدا کو واحد جانے اور رسول پر ایمان لائے (یعنی مسلمان ہو) اس کے لئے مباح ہو۔ پس جو مسلمان ہو اس صورت میں اس کو جائز ہے۔ کہ لوگوں کو اللہ اور اس کی اطاعت کی طرف بلائے اور خدا کی راہ میں جہاد کرے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ (دعوت وجہاد) ایک قوم کے لئے مخصوص ہے۔ اس گروہ کے علاوہ دوسرے کے لئے حلال نہیں اور اس کو وہی بجا لا سکتا ہے جو اس گروہ میں سے ہو۔ راوی نے کہا وہ گروہ کون سا ہے۔ فرمایا کہ جو اللہ کی ان تمام شرائط کو پورا کرے جو اس نے قتال وجہاد کے متعلق مجاہدین پر مقرر کی ہیں۔ بس اسی کو اجازت دی گئی ہے کہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے اور جو ان تمام شرائط کو جو اللہ نے جہاد کے متعلق مجاہدین پر فرض کی ہیں پورا نہ کر چکا ہو پس اس کو جہاد اور اللہ کی طرف بلانے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان تمام شرائط جہاد کو جو اللہ نے اس پر مقرر کی ہیں اپنے نفس میں مستحکم کرلے (تب اس کو اجازت ہے) یہاں تک متن حدیث ہے۔ اب راوی نے عرض کی کہ توضیح فرمایئے اور

امامؒ نے طولانی حدیث میں توضیح کی ہے۔ میں نے محض آپ کے گھبرانے کی وجہ سے ترک کیا۔ آپ حضرت عمرؓ کا جنگ روم وفارس سے پہلے شرائط جہاد میں (جو حدیث میں مذکور ہیں) کامل ہونا ثابت کیجئے۔ تب ان کے لئے دعوت الی اللہ وجہاد فی سبیل اللہ کی اجازت ہوسکتی ہے۔ ہم میں اور آپ میں یہی فرق ہے کہ آپ اس دعوت جہاد سے ان کا ایمان اور انجام بخیر ہونا ثابت کرتے ہیں اور ہم پہلے ایمان کو دیکھتے ہیں تاکہ ان کو اس دعوت وجہاد کا حق حاصل ہوسکے۔ مہاجرین کو جنگ روم وفارس کی اجازت قرآن سے مل چکی تھی جیساکہ حدیث میں ہے مگر یہ نئی تحقیق ہے کہ لفظ مہاجرین کے معنی خاص عمرؓ کی ذات ہے۔ جناب والا اس جنگ میں جو اسلامی لشکر گیا تھا ان میں ان شرائط کے مومنین بھی تھے اور انہیں کو اجازت جہاد بھی خدا کی طرف سے ملی تھی خواہ ان کو حضرت عمرؓ جہاد میں جانے کا حکم دیتے یا نہ دیتے ان کو قرآن مجید نے حکم جہاد دے رکھا تھا۔ جب وقت آیا وہ روانہ ہوگئے۔ آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ ان صفتوں کے علاوہ وہ مظلوم بھی ہوں یہ آپ نے بالکل غلط مطلب لکھا ہے۔ حضرت تو حدیث میں یہ فرماتے ہیں۔ ومن کان قائماً بتلک الشرائط فھو مومن و ھو مظلوم وما ذون لہ فی الجھاد بذالک المعنی ومن کان علیٰ خلاف ذالک فھو ظالم ولیس من المظلومین ولیس بما ذون لہ فی القتال ولا بالنھی عن المنکر والامر بالمعروف لانہ لیس من اھل ذالک ولا ما ذون لہ فی الدعاء الی اللہ عز وجل یعنی جو ان شرائط کو پورا کرے وہی مومن ہے اور وہی مظلوم ہے (مظلوم کے معنی یہ نہ سمجھئے کہ مثلاً مظلوم وہ ہے جس کے منہ پر اتنی جوتیاں پڑیں کہ اس کا منہ سوج جائے یا اس کے پیٹ میں چھری بھونک دی جائے نہیں یہاں مظلوم کے لغوی معنی مراد ہیں یعنی مظلوم وہ ہے کہ جو چیز اس کے پاس رہنی چاہیئے اس کے پاس نہ رہے۔ دوسرے کے پاس رہے یہ معنی خود امام نے اسی حدیث میں لفظ مظلوم کے بیان کئے ہیں) اور اسی کو اجازت دی گئی اس معنی کے ساتھ (جو مظلوم کے مذکور ہوئے) اور جو اس کے برخلاف ہو وہ ظالم ہے مظلوم نہیں ہے۔ نہ اس کو قتال کی اجازت نہ امر بالمعروف کی نہ نہی عن المنکر کی اس لئے کہ وہ ان سب باتوں کا اہل نہیں ہے اور نہ اس کو اللہ کی طرف بلانے کی اجازت ہے۔

جناب من! یہ فقرات آپ کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیتے ہیں آپ کیا کسی کے نام کی تصریح چاہتے ہیں زمانہ اس کا مقتضی نہ تھا کہ نام کی تصریح کی جاتی۔ آخر میں حضرت نے یہ فقرات فرماکر حدیث ختم کی ہے۔ اور عاقل کو اشارہ کافی ہے۔ فرماتے ہیں۔ ان اللہ یؤید ھذا الدین باقوام لاخلاق لھم فلیتق اللہ امرء ولیحذر ان یکون منھم فقد بین لکم بعد البیان فی الجھل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ حسبنا اللہ علیہ توکلنا والیہ المصیر بے شک اللہ اس دین کی مدد کرتا رہتا ہے۔ ایسے لوگوں سے جن کا آخرت میں) کچھ حصہ (جنت میں) نہیں ہے۔ پس آدمی کو خدا سے ڈرنا چاہیئے اور اس سے بھی ڈرنا چاہیئے کہ کہیں وہ بھی انہیں لوگوں میں سے (جن کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں) نہ ہو۔ بے شک حقیقت تم لوگوں پر واضح کردی گئی اس توضیح وتشریح کے بعد کوئی عذر تمہارا نہ جاننے کے بارہ میں سنا نہ جائے گا اللہ ہی سے ہم کو قوت ہے۔ وہی ہم کو کافی ہے۔ اسی پر ہم نے توکل کیا ہے اور اسی کی طرف پھر جانا ہے۔

اس کے بعد ص۱۳۔۱۴ میں جو بات آپ نے یاد رکھنے کے لئے لکھی ہے اس کی ہم کو ضرورت نہیں ہے آپ

اپنے عوام الناس کو نہیں بلکہ پڑھے لکھوں کو یہ سبق حسب معمول یاد کراتے رہئے۔ بھول جائیں گے تو بڑی مشکل ہوگی ہمارے یہاں کا معمولی اردو خوان بھی شیعہ و سُنی کے تمام اختلافی مسائل سے بخوبی واقف ہوتا ہے۔ اسکو ان معمولی باتوں کے لئے جو اس ایک جزو کے رسالہ میں آپ نے درج کی ہیں۔ کسی مولوی یا مجتہد کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اُردو کی کتابیں اُس کی تشفی خاطر کے لئے موجود ہیں۔ یہ آپ ہی لوگوں کی نفتا ہے کہ جاہلوں کو مذہبی مسائل بالخصوص شیعہ و سُنی کے اختلافی مسائل سے واقف نہیں ہونے دیتے۔ شیعہ کے پاس نہ بیٹھو۔ وہ توصحابہ کرام کو بُرا کہتے ہیں۔ ان کی مجلسوں میں نہ جاؤ۔ وہاں ہمارے بزرگوں کی توہین کی جاتی ہے۔ ان کی کتابوں کو نہ دیکھو۔ اس میں تبرا لکھا رہتا ہے۔ آپ نے سُنیوں پر شیعوں کو قیاس کرلیا ہے۔ ہمارے مذہب میں تقیہ جائز ہے تو کیا آپ کے امام رازی تقیہ کو مومنوں کے لئے قیامت تک جائز ہونا نہیں کہتے۔ ہمارے تقیہ پر تو ہر قوم اور ہر شخص کو مشکل کے وقت عمل کرنا پڑتا ہے۔ مگر آپ کو حضرت صدیقؓ کی صداقت کی قسم ہے۔ سچ کہئے گا۔ دنیا میں کوئی مذہب یا فرقہ سوائے آپ لوگوں کے مذہب کے ایسا ہے جو اپنی تمام بدکاریوں کو خدا کے ذمہ لگاتا ہو۔ مگر آپ مجبور ہیں کہ بغیر اس عقیدہ کے قائم کئے ہوئے آپ کے خلفاء کی عظمت و جلالت کا اونچا محل جو قائم کیا گیا ہے قائم نہیں رہ سکتا۔ اسی مسئلہ کے آڑ میں ان کے تمام افعال ذمیمہ پر پردہ ڈالا جاسکتا ہے۔ تقیہ پر آپ یہاں بہت منہ زوریاں کر رہے ہیں۔ میں نے اس کی مختصر کیفیت شرح رسالہ میں لکھدی ہے۔ آپ اس فقرہ کو لکھ کر اماموں کی باتیں ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آسکتیں تمسخر کرتے ہیں۔ کیا نہج البلاغہ سے اس کا ثبوت نہیں ملتا؟ کیا اس کے سمجھنے میں علمائے شیعہ و سُنی دونوں کو دقتیں اور مشکلیں پیش نہیں آتیں؟ کیا اسی نہج البلاغہ سے جو چند فقرے آپ نے لکھے ہیں اس کے معنی و مطلب اس جواب سے پہلے آپ سمجھے تھے؟ تقیہ نااہلوں سے جو عزت و آبرو جان و مال کے پیچھے پڑے ہوں عقلاً ضروری ہے جو اس کے خلاف کرے وہ خود احمق ہے۔ البتہ اس کے لئے موقع و محل ہے۔ اسی لئے تو آپ تقیہ سے بہت ناخوش ہیں۔ کہ اسی مسئلہ تقیہ کی بدولت یہ شیعہ بچے اور آج بالا علان انگریزی سلطنت کی برکت سے اپنے پیشواؤں کی خوبی اور مظلومی اور دوسروں کی بدی و ظلم کو دنیا پر ظاہر کر رہے ہیں۔ تقیہ کو آپ خواہ مخواہ جھوٹ لکھ رہے ہیں اور ہر جھوٹ کو مذموم قرار دے کر شیخ سعدی کی روح کو کند چھری سے ذبح کر رہے ہیں۔ آپ کی نظر اصول کافی کی حدیث پر پڑتی ہے۔ اور صحیح بخاری باب غزوہ احد صت۴۳ پر نہیں جاتی۔ جس میں رسول اللہ صلعم کا نماز صبح کی دوسری رکعت کے رکوع سے سر اُٹھا کر سمع اللّٰہ لمن حمدہ کہنے کے بعد یہ فقرہ اللھم العن فلانا وفلانا وفلانا۔ خدا وندا فلاں و فلاں و فلاں پر لعنت کر کہنا لکھا ہے۔ آپ کیا فرمائیے گا رسولؐ نے تقیہ کیا یا معاذ اللہ جھوٹ بولے یا ان تینوں سے ڈرتے تھے۔ سچ کہئے آپ ان تینوں کا نام بتا سکتے ہیں؟ ہم سے پوچھئے تو ہم بتادیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جنگ احد میں بھاگ کر پہاڑ پر اُچکتے تھے۔ اور وہاں باواز بلند پکارتے تھے۔ محمدؐ تو قتل ہوگئے اب اپنے سابق دین کی طرف پلٹ چلو۔ اپنی تفسیر کبیر دیکھئے اس میں حضرت یوسفؑ کا تقیہ کرنا اور حضرت ابراہیمؑ کا تین جھوٹ بولنا لکھا ہوا ہے۔ کہاں تک لکھوں۔

آپ سب کے آخر میں صت۱۴ میں یہ لکھتے ہیں: "کتب شیعہ میں رسولؐ خدا کا یہ ارشاد بھی موجود ہے۔ کہ کلہ

گویا ان اسلام میں صرف اہلسنّت وجماعت کا گروہ نجات پائیگا باقی سب ہلاک ہونیوالے یعنی دوزخی ہیں خصال ابن بابویہ مطبوعہ ایران جلد دوم صفحہ ۱۴۱ میں ہے کہ رسول خدا نے فرمایا اِنَّ اُمَّتِیْ ستفترق علی اثنین و سبعین فرقۃ یھلک احدی و سبعون وتخلص فرقۃ قالوا یارسول اللّٰہ من تلک الفرقۃ۔ قال الجماعۃ الجماعۃ الجماعۃ آپ نے یہاں تک لکھ کر چھوڑ دیا آگے یہ ہے قال مصنف ھذا الکتاب الجماعۃ اھل الحق وان قلوا وقد روی عن النبیؐ انہ قال المومن وحدہ حجۃ والمومن وحدہ جماعۃ من روی ان الامۃ ستفترق علی ثلاث وسبعین فرقۃ یعنی رسول خدا نے فرمایا کہ میری امت ۷۲ فرقوں میں متفرق ہوجائے گی۔ ۷۱ ہلاک ہوں گے ایک نجات پائے گا۔ لوگوں نے پوچھا وہ فرقہ کون سا ہے؟ فرمایا الجماعۃ الجماعۃ الجماعۃ (یعنی وہ جماعت۔ جماعت مخصوصہ) مصنف کتاب فرماتے ہیں کہ جماعت سے اہل حق مراد ہیں اگرچہ کم ہوں اور نبیؐ سے روایت بھی ہے کہ مومن اکیلا حجت ہے اور مومن اکیلا جماعت ہے اور بعض نے روایت کیا ہے کہ میری امت ۷۳ فرقوں میں مُتفرّق ہوجائے گی۔ فرمایئے مصنف کی اس تشریح کو کیوں اوڑا گئے یہ اصل حدیث کے منافی ہے حدیث میں توخود ہے کہ ۷۱ فرقے ہلاک ہوں گے اور ایک نجات پائیگا تو ایک بمقابلہ ۷۱ کے قلیل ہوا کہ نہیں اور وہ ایک جو ناجی ہے وہ حق پر چلنے کی وجہ سے ناجی ہے کہ نہیں۔ پس مراد رسولؐ کی الجماعۃ (جماعت مخصوصہ) سے وہی جماعت ہے جو ۷۱ کے مقابلے میں کم اور ان کے برخلاف حق پر چلنے والی ہو تو مصنف کا یہ کہنا کہ مراد اس سے اہل حق ہیں اگرچہ قلیل ہوں مطابق اصل حدیث کے ہے کہ نہیں۔ آپ کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی۔ الجماعۃ الجماعۃ دیکھا اور بغلیں بجانے لگے کہ مراد اس سے اہلسنّت وجماعت ہیں فرمایئے اس میں تو الجماعۃ ہے اہلسنّت والجماعت کہاں ہے پھر آپ کے تمام فرقوں کی مجموعی تعداد قلیل کہاں ہے اسی کثرت پر تو آپ کو ناز ہے اور قرآن مجید کی اس آیت کو بھول جاتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے۔ "اور میرے بندوں میں شکرگذار کم ہیں" پھر یہ بھی خیال نہ کیا کہ تین مرتبہ الجماعۃ رسول اللہؐ نے کیوں فرمایا۔ ایسی تاکید تو وہاں کی جاتی ہے جہاں کوئی منکر ہو۔ معلوم ہوا کہ یہ وہ جماعت ہے جس کی فضیلت وشرف کے لوگ منکر تھے۔ جن کی پیروی سے ہمارے رسولؐ میں "حسبنا کتاب اللّٰہ" کہ کر انکار کیا گیا۔ یہ کون جماعت ہے اہلبیتؑ کی جماعت اور اُن کے پیرو جس کے متعلق سُنّی وشیعہ کے یہاں یہ حدیث متواتر موجود ہے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں کتاب اللہ اور میرے اہلبیتؑ عترت اگر ان دونوں کی پیروی کروگے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ اصول کافی ۲۵۵ میں جو حدیث ہے اور جس میں رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ مومن کے دل کو تین باتوں سے خالی نہ ہونا چاہئے عمل میں خدا کے لئے اخلاص۔ ائمہ مسلمین سے خلوص اور جماعت مسلمین میں شمول۔ اس حدیث میں راوی نے آئمہ اہلبیتؑ سے اس کی تفسیر بیان کی ہے کہ امام مسلمین سے مراد علی ابن ابی طالبؑ اور جماعت جس میں شامل ہونا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اس سے جماعت اہلبیت نبیؐ مراد ہے۔ الحمد للّٰہ علی احسانہ والصلوٰۃ علی نبیہٖ وآلہٖ۔

خـتم شد

خوشخبری

مہابن ضلع منظفرگڑھ کی انجمن انیس المومنین کا سالانہ جلسہ بتاریخ ۵-۶-۷ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء کو بڑی شان وشوکت سے منعقد ہوا۔ جس میں سرکار شمس العلماء رئیس المناظرین حضرت علامہ حائری مجتہد العصر دام ظلہ نے معرکۃ الآراء تین مجلسیں پڑھیں۔ اہل خلاف بے حد متاثر ہوئے۔ ایسے لوگ تو بکثرت ہیں جو ان تقاریر کے سننے کے بعد اگر علانیہ شیعہ نہیں ہوئے تو وہ اب غیر شیعہ بھی نہیں رہے۔ اور شیر محمد خان صاحب نے تو بالکل علانیہ جناب قبلہ وکعبہ دام ظلہ کے دست حق پرست پر جماعت مومنین کی موجودگی میں مذہب شیعہ اختیار کیا۔ اللہم صل علی محمد وآل محمد۔

ایک مرزائی صاحب جو آگرہ سے شیعوں کے ہمراہ بغرض شرکت جلسہ مہابن میں تشریف لائے تھے مختلف مسائل میں سرکار علامہ صاحب سے تبادلہ خیالات کرتے رہے۔ وہ بھی بہت متاثر ہوئے اور گفتگو میں اپنی غلطی اور لاعلمی کا اعتراف کیا۔ مرزائیوں کی رد کے چند رسائل مسیح موعود۔ مہدی موعود۔ آئینہ مرزائیت۔ دلیل العرفان وغیرہ جناب قبلہ نے مطالعہ کرنے کے لئے ان کو عطا فرمائے امید ہے کہ وہ بہت جلد راہ حق پر آجائیں گے۔

(نامہ نگار از مہابن)

التقریظات

مومن اسلام } یعنی شان حسینؑ حصہ اول - مؤلفہ محامد نصاب فضائل مآب جناب مولوی خلیفہ سید ہاشم صاحب زیدفضلہ پٹیالوی کے اکثر مقامات دیکھے گئے - حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے متعلق یوں تو ہر زبان میں تصنیفات کا کافی ذخیرہ موجود ہے مگر فی الواقع اس کتاب میں جس قدر عناوین و مضامین مندرج ہیں وہ بالکل اچھوتے ہیں - شان حسینؑ - روحانیت حسین - نورانیت حسین کو اس کتاب میں تاریخی رنگ سے دکھایا ہے اور جملہ واقعات کو کتب فریقین سے حوالہ دیکر اس خوش اسلوبی سے تحریر فرمایا ہے جو اس عنوان کی دوسری مؤلفات میں کم دیکھا گیا ہے ضمن میں واقعہ شہادت کے متعلق مخالفین کی ابلہ فریبیوں - روباہ بازیوں کی خوب قلعی کھولی گئی ہے اور اعتراضات کے بھی دندان شکن جواب دیئے گئے ہیں جو قابل دید اور لائق داد ہیں - ۲۸۰ صفحات پر یہ کتاب ختم ہوئی ہے - کاغذ و کتابت و طباعت بھی اعلیٰ قسم کی ہے - بقیمت عہ / - جناب کامیاب خان صاحب جنرل سٹور پٹیالہ - یا آغا محمد طاہر صاحب - آزاد بک ڈپو - لاہور سے طلب کریں ◆

اہلبیت - یہ ایک ۲۰ صفحات کا مختصر رسالہ مؤلفات عمدۃ العلماء فخر الحاج والزائرین رئیس الحکماء مولانا السید محمد صالح صاحب قبلہ المتخلص بہ عرشی زیدفضلہ سے ہے اسمیں بیت اور اہلبیت کی حقیقت اور حقیت پر دلائل و براہین قاطعہ سے مکمل بحث کی گئی ہے - یہ رسالہ خیر الکلام ما قل و دل کا پورا مصداق اور اس قابل ہے کہ ہر شیعہ کے پاس رسالہ موجود رہے صرف ۲ / کے ٹکٹ بھیجکر سید فضل عباس صاحب ہاشمی - نواب کی ڈیوڑھی - بنارس کے پتہ سے طلب فرمائیں ◆

نصیحت المنحرفین عن ولاء امیر المومنین مؤلفہ و مرتبہ جناب فضائل مآب فخر المناظرین مولوی سید احمد شاہ صاحب (راولپنڈی) کے بعض مقامات ملاحظہ کئے گئے - یہ کتاب دراصل بجواب فتویٰ تکفیر شیعہ لکھی گئی ہے اور اس میں خوب مدلل دندان شکن جوابات معقولی و منقولی رنگ میں دیئے گئے ہیں - کتاب کیا ہے فضائل اہلبیت علیہم السلام اور علم مناظرہ کا ایک معتد بہ حصہ اس میں لکھا گیا ہے - کتابت طباعت بھی اچھی ہے - یہ ۱۰۰ صفحہ کی کتاب تقطیع ۲۰ × ۲۶ مفت بلاقیمت صرف ارکا ٹکٹ محصول کیلئے بھیجکر جناب مولوی سید احمد شاہ صاحب - ڈھوک رتہ امرال شہر راولپنڈی کے پتہ سے طلب فرمائیں ◆

اغلاط کی اصلاح } ماہ اکتوبر کے پرچہ الحافظ مضمون مدیر النجم کی خاموشی میں چند الفاظ غلط چھپ گئے ہیں ان کی حسب ذیل اصلاح کر لیجائے - غلط - صد سطر ۸ - اپنی مثنوی میں تحریر فرماتے ہیں - صحیح - کا مشہور شعر - غلط صہ سطر ۲۱، ۲۳ منظور حسین اور مظفر حسین - صحیح - مصطفےٰ حسین ◆

الحافظ میں اجرت اشتہارات

مقدار	سالانہ	ششماہی	سہ ماہی	یکبار
پورا صفحہ	للعہ۱۷ر	سے۸ر	صہ۵ر	عہ۲ر
نصف صفحہ	عہ۱۰ر	سے۶ر	للعہ۴ر	عہ۱ر
چوتھائی صفحہ	صہ۵ر	سے۳ر	عہ۲ر	عہر

بنارس کے حاذق حکیم

عالی جناب حاجی الحرمین الشریفین حضرت شمس الحکماء مولانا غنی دام ظلہ کی خاص ایجاد

کھوئی

جگر کی کامل اصلاح کرنیوالی ورم طحال کو درست کھو دینے والی۔ ریح البواسیر کو بیخ وبن سے برباد کر دینے قوتِ ہضم کو زندہ کرتی ہیں پیکن دستوں کو آہستہ آہستہ روکنے والی۔ بہت بڑھا کر خواہش کیساتھ پوری غذا کرنے کی صلاحیت پیدا کر دینے والی بغیر بادگولہ۔ درد شکم قراقر وغیرہ کو پیٹ میں ہوا کر دینے والی۔ ثقیل سے ثقیل غذا کو جلد ہضم کر دینے والی ہچکی اور متلی کو بالکل بند روکنے والی۔ معدہ کی ساری شکایتیں دفع کر کے قوت ہاضمہ کو درست رکھنے والی ہضم صحیح کے ساتھ خون صالح پیدا کرنے کے علاوہ تولید و تناسل میں اضافہ کرنے والی۔ گردوں میں خاص حرارت پیدا کر کے طاقت مردانگی کو ابھارنے والی اکیلی اور لاجواب دوائی ہے۔ جو اپنے اکسیری فوائد و عجائب تاثیرات کی وجہ سے ہر کنبہ والے گھر میں بچے اور بڑے اور عورتوں میں پورا پورا اثر جاتی جارہی ہے۔ ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہے۔ بیرونجات سے بار بار فرمائشیں آ رہی ہیں۔ اگر آپ کا بھی دل چاہے تو امتحاناً ہی سہی منگایئے اور عمل کا اللہ لطیف۔ قیمت فی شیشی ۱۴ر علاوہ محصول ڈاک مقرر ہے۔ نوٹ:۔ ایک شیشی سے چار شیشی تک محصول و پیکنگ کا خرچ یکساں پڑتا ہے۔ للہذا چار شیشی سے کم منگانے میں آپ کا نقصان ہے۔

مولانا غنی دام ظلہ کا حکم ہے

کہ عام طور پر اعلان کر دیا جائے کہ کسی بندہ خدا کو اولاد نہ ہوتی ہو تو یا ہو کر زندہ نہ رہتی ہو تو یا کوئی مخفی علاج کرانا ہو تو یا خاص طور پر کسی مشکل کام میں روحانی فیض اٹھانا ہو تو اگر دل چاہے اور طبیعت رجوع ہو تو اللہ کا نام لیکر سیدھا بنارس چلا آئے۔ یونانی اور روحانی دونوں ہی فیض حاصل کرے اگر آنیکی مقدرت نہ ہو تو مراسلات کے ذریعہ سے اپنا پورا حال لکھکر علاج رجوع کرے۔ اللہ مدد کریگا مشکلکشا کے صدقہ میں مشکل آسان ہو کر رہے گی۔ ہر خط کے ساتھ جواب کے لئے ٹکٹ اور عبارت صاف ہونی چاہیے۔

ہاں جناب واضح رہے۔ روحانی خدمت محض خلق اللہ کی بھلائی اور خدا کی خوشنودی کے لئے کی جاتی ہے معاوضہ کا خیال بھی نہ کرنا۔

المعلن

الیف۔ اے ہاشمی ہبندن شہید بنارس سٹی

ایم۔ ایم عبداللہ پرنٹر و پبلشر نے پرکاش سٹیم پریس لاہور سرکار روڈ میتسلا بلڈنگس میں چھپا کر کوچہ قاضی خانہ لاہور سے شائع کیا۔